شرح الاصول الثلاثہ

ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ)

درس نمبر۔5

اِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ،مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلَهَ اِلاَّ اللَّهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ :
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیماً كَثِيراً ۔
أَمَّا بَعْدُ:

الاصول الثلاثہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب: کا درس جاری ہے۔ دین کے تین بنیادی اصول، میں ترجمہ اس لیے بیان کر رہا ہوں۔ ایک مرتبہ میں نے جمعے کے خطبے کے بعد سوال کیا کہ کسی نے یہ رسالہ پڑھا ہے الاصول الثلاثہ ؟ کسی کے پاس جواب نہیں تھا۔ نہیں، ہم نے نہیں پڑھا۔ پھر ایک ساتھی نے کہا کہ ان سے یہ پوچھیں کہ تین بنیادی اصول پڑھے ہیں؟ کہا کہ یہ پڑھے ہیں ہم نے۔ تو تین بنیادی اصول یعنی عربی میں الاصول الثلاثہ کہتے ہیں اور ”تین بنیادی اصول“ کے نام سے یہ رسالہ مشہور ہے اردو زبان میں۔ پچھلے دروس میں چند قاعدے بیان کیے تھے اور مقدمہ ختم کر لیا تھا اگر وقت ملا تو ان شاءاللہ آخر میں، میں یہ

قاعدے دوبارہ سے بیان کروں گا کیوں کہ یہ پچھلے دروس کا نچوڑ سمجھ لیں آپ۔ جو ساتھی موجود نہیں تھے وہ ان شاء اللہ سمجھ لیں گے۔ پچھلے درس میں سولہ تھے، ان شاء اللہ میں نے دوبارہ ان کو دیکھا تو بائیس (22) کے قریب بنتے ہیں یہ آپ درس کے آخر میں مجھے یاد دلادینا۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں "الأصل الأول، معرفة الرب" (پہلا اصل یا پہلا اصول یہ ہے کہ ربّ کو جاننا) "فإذا قيل لك" (پس جب تم سے یہ کہا جائے) "من ربك؟" (کہ تیرا ربّ کون ہے؟) "فقل" (جواب میں تم یہ کہو) "ربي الله" (اللہ تعالیٰ میرا ربّ ہے) یہ وہ ربّ ہے یعنی ربّ کسے کہتے ہیں؟ "ربي الله الذي رباني وربّى جميع العالمين بنعمه" (میرا ربّ اللہ ہے جس نے میری پرورش کی اور پوری کائنات کی پرورش کی اپنی نعمتوں سے)۔

یہ ساری کی ساری کائنات اپنے ربّ کی محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس پوری کائنات کو محتاج ہی پیدا کیا کیوں کہ حاجت روا صرف اور صرف خالق ہے، مخلوق کبھی حاجت روا نہیں ہو سکتی، یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے بنیادی طور پر اس پوری کائنات کو اللہ تعالیٰ نے محتاج ہی پیدا کیا ہے، خلق کے اعتبار سے وہ محتاج ہیں، اپنا خلق نہیں کر سکتے، رزق کے اعتبار سے وہ محتاج ہیں اپنے آپ کو رزق نہیں دے سکتے۔ جب ہم خلق کی بات کرتے ہیں تو خلق کی اصل یہ نہیں کہ کوئی شخص کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے تو میرے باپ نے بھی مجھے پیدا کیا۔ اگرچہ عربی زبان میں لغت کے اعتبار سے باپ بھی خالق ہے اپنے بچے کو اس نے پیدا کیا لغت کے اعتبار سے لیکن شرع کے اعتبار سے ربّ صرف ایک ہی ہے جس نے عدم سے

انسان کو پیدا کیا ہے۔ انسان کچھ نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس انسان کی تخلیق کا سبب نطفے سے بنایا تو باپ لغت کے اعتبار سے خالق ہے لیکن حقیقتاً خالق نہیں ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو شادی شدہ ہیں لیکن اولاد کو ترستے ہیں اگر نطفہ ہی کافی ہوتا بچے کی پیدائش کے لیے تو ہر انسان، ہر مرد، جس کا نطفہ ہے تو وہ بچہ پیدا کر سکتا ہے لیکن اصل خلق جو ہے، خلق کی بنیاد جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے تو اصل خالق اللہ تعالیٰ ہے "الذي رباني" (جس نے میری پرورش کی) "وربّی جمیع العالمین" (اور پوری کائنات کی پرورش کی) کس چیز سے؟ (اپنی نعمتوں سے) نعمتوں کا وہ شخص محتاج ہوتا ہے جس کی اصل میں محتاجی ہو اور اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ میں نے بیان کیا کہ پوری کائنات کو محتاج ہی پیدا کیا ہے، بنیادی طور پر پوری کائنات محتاج ہے۔ فرشتے ہیں، انبیاء O ہیں، اولیاء ہیں، صالحین ہیں، عوام الناس ہیں، درند ہیں یا پرند ہیں، یہ ساری کی ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ جب یہ محتاج ہیں تو اللہ تعالیٰ سے اپنی محتاجی کا اظہار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہی مانگتے ہیں۔ یہ درند اور پرند جن کی عقل نہیں ہے، یہ جانور سارے صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ پیدا کرنے والا بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اور رزق بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔

ایک مرتبہ سیدنا ابو بکر صدیق τ گزر رہے تھے باغ میں درخت کی طرف دیکھا کہ ایک پرندہ ہے چھوٹا سی چڑیا، چھوٹا سا پرندہ آیا اور اس پرندے نے اس درخت کے پھل سے کھایا اور کھا کر اڑ گیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق τ رونے لگ گئے اور گھٹنے کے بل زمین پر گر گئے۔ تو ساتھ صحابہ تھے پوچھا کہ کیا ہو گیا ہے یا خلیفۂ رسول اللہ ﷺ؟ انہوں نے کہا کہ دیکھو اس پرندے کو، گھر سے نکلا تھا پیٹ خالی تھا، بھوکا تھا، پیاسا تھا، آیا اپنا رزق کھایا پیٹ بھر کر کھایا،

مزے سے کھایا اور اڑ گیا، نہ حساب ہے اور نہ کتاب ہے اور ہم بھی اپنے گھر سے نکلتے ہیں رزق کی تلاش کے لیے لیکن ایک ایک پائی کا حساب دینا پڑے گا۔ تو یہ وہ لوگ تھے جن کو ہر چیز، دنیا میں پوری کائنات میں جو چیز وہ دیکھتے تھے تو ان کو اثر ہوتا تھا، ان کے دلوں میں اس چیز کا اثر ہوتا تھا۔ جیسے نبی رحمت ﷺ نے فرمایا صحیح حدیث میں کہ اگر تم لوگ توکل کرو حقِ توکل کے ساتھ یعنی جیسے توکل ادا کرنے کا حق ہے ویسے توکل کرو تو اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ تمہیں ایسے رزق عطا فرمائے گا جیسے پرندوں کو رزق عطا فرماتا ہے۔ اپنے گھونسلوں سے نکلتے ہیں بھوکے اور پیاسے صبح اور شام کو لوٹتے ہیں تو پیٹ بھرا ہوتا ہے۔ کبھی پرندہ بھوک سے نہیں مرتا۔ آپ جانتے ہیں کہ پرندہ ہوا میں اڑتا رہتا ہے زمین کی طرف آتا ہے تو زمین والے اسے زندہ نہیں چھوڑتے، دشمن ہیں زمین والے اس کے باوجود بھی ہوا میں بھی اپنا پیٹ بھر کر وہ گھونسلے میں جاتا ہے۔ ہاتھ نہیں ہیں کھانے کو، ایک چونچ اللہ تعالیٰ نے دی ہے اسی پر گزارا کرتا رہتا ہے، اسی سے ہی اپنا پیٹ بھرتا رہتا ہے۔ پرندہ اگر زمین پر آ جائے تو اسے درند پرند کھا جائیں گے، درند پرند سے وہ بچے گا تو انسانوں سے نہیں بچے گا وہ۔ اگر انسان بھی رحم کرلے تو بچے پکڑ لیتے ہیں تو کہیں نہ کہیں پر وہ بے چارا پھنس ہی جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ اس پرندے کو بھی پیٹ بھر رزق عطا فرماتا ہے۔ کیوں؟ پرندہ جانتا ہے کہ توکل کیسے کیا جاتا ہے کاش یہ انسان بھی جان لیتا، کاش یہ عقل والا انسان پرندے سے ہی سیکھ لیتا کہ رزق کیسے مانگنا ہے اللہ تعالیٰ سے۔ توکل کسے کہتے ہیں؟ نبی رحمت ﷺ اس حدیث میں بیان فرما رہے ہیں کہ اگر یہ انسان توکل کرے جیسا کہ توکل کرنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ اس انسان کو بھی ایسے رزق دے جیسے اس پرندے کو اپنے رزق سے نوازتا ہے۔ خالی پیٹ نکلتا ہے صبح اور شام کو اس وقت گھر لوٹتا ہے جب پیٹ بھرا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی پوری کائنات کی تربیت اور پرورش اپنی نعمتوں سے کرتا ہے ﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا﴾(النحل/18) ﴿نِعْمَةَ اللّٰهِ﴾ نعمۃ مضاف ہے اللہ کا لفظ جلالہ مضاف الیہ ہے " مفرد مضاف یفید العموم " یہ صیغ العموم میں سے ہے یعنی ساری کی ساری نعمتیں، اتنی نعمتیں ہیں کہ یہ انسان گن ہی نہیں سکتا، نہیں گن سکتا۔ایک سیب ہے اسے اٹھاؤ، اس کا رنگ پیارا ہے نعمت ہے، قریب لاؤ اس کی خوشبو ہے نعمت ہے، منہ میں ڈالو میٹھا ہے نعمت ہے، دانتوں میں چباؤ آسان ہے نعمت ہے، نگلتے ہوئے آسانی ہے نعمت ہے، ہضم ہو گیا آسانی سے نعمت ہے۔ یہ تو گن سکتے ہیں ناں؟ جی ہاں گن سکتے ہیں اب معدے میں وہ ہضم ہو گیا اس کے بعد وہ خون میں جا کر ملا اب نہیں گن سکتے۔اس میں کتنی غذائیت تھی؟ کتنے آپ اس میں کاربوہائیڈریٹس تھے؟ کتنے منرلز تھے؟ کتنے وٹامنز تھے؟ جسم کے کس کس حصے میں گئے؟ لیور میں کتنے percent گئے؟ muscle میں گوشت میں کتنے percent گئے؟ بینائی کو کتنی طاقت ملی؟ سمع کو کتنی طاقت ملی؟ زبان کو کتنی طاقت ملی؟ اس ایک سیب سے کون جانتا ہے۔دنیا میں کوئی ڈاکٹر نہیں جان سکتا ﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا﴾ ایک نعمت، سیب ایک نعمت ہے اس کا بھی اللہ کی قسم دنیا کا کوئی بھی حساب کرنے والا حساب نہیں لگا سکتا، یہ ایک نعمت ہے تو اللہ تعالیٰ اس پوری کائنات کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے طرح طرح کی نعمتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی۔

"وهو معبودي ليس لي معبود سواه" (اور یہ ہی اللہ میرا واحد معبود ہے جس کی میں عبادت کرتا ہوں اس کے سوا میرا کوئی بھی معبود نہیں ہے) جب اللہ تعالیٰ

نے اس پوری کائنات کو پیدا کیا اور نعمتوں سے نوازا، کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا؟ کوئی ساتھ تھا اللہ تعالیٰ کے؟ نہیں تھا۔ یہودی بھی کہتے ہیں کہ نہیں تھا، عیسائی بھی کہتے ہیں نہیں تھا، ہندو بھی کہتے ہیں نہیں تھا، جب پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ اکیلا تھا کوئی بھی نہیں تھا، جب پوری کائنات کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے رزق عطا فرمایا کوئی بھی نہیں تھا، جب اللہ تعالیٰ نے تدبیر کی پوری کائنات کی تب بھی کوئی نہیں تھا اللہ تعالیٰ اکیلا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ واحد ربّ نے تمہیں پیدا کیا، تمہیں رزق عطا فرمایا، تمہاری تدبیر کی، تمہارا مشکل کشا اور حاجت روا ہے پھر ذلت اور انکساری اور عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے کیوں کرتے ہو؟ عبادت کسی اور کی کیوں کرتے ہو؟ یا اللہ تعالیٰ کی بھی کرتے ہو اور اس کے ساتھ کسی اور کی بھی کرتے ہو۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ جس نے پیدا کیا اسی کا حق ہے عبادت کا اور یہ دونوں متلازم چیزیں ہیں۔ جو ربّ ہے وہی معبود بر حق ہے اور جو ربّ نہیں وہ عبادت کے لائق نہیں اس لیے شیخ صاحب نے یہاں پر یاددہانی کرائی، تفصیل آگے آرہی ہے لیکن یاددہانی کے لیے، جو ربّ ہے وہی میرا معبود ہے اس کے سوا میرا کوئی معبود نہیں۔ "وَالدَّلِيلُ قَوْلُهُ تَعَالَى" اس کی دلیل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا ربّ ہے؟ کیا دلیل ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الفاتحہ/1)

(حمد و ثناء ہے اللہ تعالیٰ کی جو سارے عالمین کا ربّ ہے ﴿رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾)

اور عالمین عالم کی جمع ہے، عالم کی جمع عالمین ہے۔ جتنی بھی کائنات میں عالمین، مخلوقات موجود ہیں ان سب کا ربّ اللہ تعالیٰ ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ

کی حکمت دیکھیں کہ قرآن مجید کا آغاز، یہ کوئی مقدمہ نہیں ہے کہ رائٹر کون ہے؟ کس نے لکھا ہے؟ بالکل نہیں اور مجھے یاد ہے کہ یوسف اسلام جو ایک سنگر تھا انگلینڈ کا Cat Stevens نام تھا پرانا تو اس شخص نے کہا، میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟ اس شخص نے کہا کہ مجھے قرآن مجید کا نسخہ ملا۔ بہت لمبی کہانی ہے لیکن جس چیز نے اس کے دل میں اسلام کی قبولیت کو پیدا کیا وہ کیا چیز تھی؟ وہ شخص کہتا ہے کہ مجھے قرآن کا نسخہ دیا گیا میں نے بائبل کا مطالعہ کیا، ہندوؤں کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا لیکن جب قرآن کا نسخہ دیکھا تو میں نے شروع سے ایسے دیکھا کوئی اس کا رائٹر ہوگا، کس نے لکھا ہوگا، کوئی مقدمہ کچھ بھی نہیں، سب سے پہلے میری نظر پڑی ﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴾ وہ کہتا ہے کہ پھر میں نے جان لیا کہ یہ ہی حق ہے، (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو سب جہانوں کے مالک ہیں) صرف سورۃ الفاتحہ اس شخص نے پڑھی تھی اور میرا دل کھل گیا اس سورۃ کو پڑھ کر، اللہ تعالیٰ نے میرے لیے آسانی کر دی۔ میرے بھائی ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴾ کوئی عام الفاظ نہیں ہیں، چار لفظ ہیں ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴾ چار لفظ ہیں، ان چار لفظوں نے ایک انسان کی زندگی کو تبدیل کر دیا، ایک کافر کو مومن بنا دیا، ایک جو ہمیشہ جہنم کے عذاب کا مستحق تھا، ہمیشہ جہنمی تھا، ان چار لفظوں نے اس کے دل میں ایمان اور توحید کا نور بھر دیا اور وہ مومن بن گیا اور جنت کا مستحق بن گیا۔ ہم اس آیت کو کتنی دفعہ پڑھتے ہیں؟ بار بار پڑھتے ہیں صرف فرض نمازوں میں 17 مرتبہ پڑھتے ہیں۔ یہاں سورۃ الفاتحہ پڑھتے ہیں اور وہاں قبر کے سامنے جا کر

طواف کرتے ہیں۔اس کافر کے دل کو اس چار لفظ کی اس آیت نے تبدیل کر دیا اور ایمان کا نور بھر دیا۔اس کلمہ پڑھنے والے مسلمان کے دل کو کیا ہو گیا ہے؟ بار بار پڑھتا ہے اور پوری سورۃ پڑھتا ہے چار لفظ نہیں پوری سورۃ پڑھتا ہے اور بار بار پڑھتا ہے لیکن دل اتنا سخت ہو چکا ہے کہ کہیں اسے سمجھ ہی نہیں آتی کہ ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ کا مقصد کیا ہے؟ واللہ! اس ایک آیت میں توحید ربوبیت اور توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات اسی ایک آیت میں ہیں۔﴿ اَلْحَمْدُ ﴾ عبادت ہے ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴾ اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت ہے، حمد صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے کسی اور کے لیے حمد نہیں ہو سکتی، حمد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے صرف کرنا، یہ توحید فی العبادۃ ہے ''اللہ'' اللہ تعالیٰ کا نام ہے توحید اسماء صفات، ''ربّ'' اللہ تعالیٰ کا نام ہے توحید اسماء صفات ہے ''ربّ العالمین'' توحید ربوبیت بھی ہے اور پوری کائنات کا ربّ بھی ہے اور یہاں پر ان لوگوں کا رد بھی جو لوگ کہتے ہیں پورا وجود ایک ہی، وحدت الوجود والے۔ کہاں پر رد ہے؟ ﴿ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ربّ بھی ہے اور عالمین بھی ہے۔ دونوں ایک ہیں؟ الگ الگ ہیں، ربّ الگ ہے اور عالمین الگ ہے اور ان ظالموں نے سب کو ایک بنا دیا ہے، کہتے ہیں کہ پورا وجود ایک ہی ہے۔اس آیت میں تقریباً پندرہ فوائد ہیں اس کو بیان کرنے میں درس ختم ہو جائے گا تو بھائیوں سے گزارش کرتا ہوں کہ پندرہ میں سے پانچ یا دس جتنے آپ نکال سکیں وہ آپ نکال لینا، بہت پیارے پیارے اس میں فوائد ہیں آپ دیکھ لینا۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں "وكل ما سوى الله عالَم" (اور اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ بھی موجود ہے وہ عالم ہے) اور یاد رکھیں کہ عالم کہتے ہیں، عالم کا لفظ ہے عَلَمٍ سے اور عَلَمٍ کہتے ہیں نشانی کو یعنی یہ جو عالم کا لفظ ہے عالمین کا لفظ ہے یہ نشانیاں ہیں جو نشان دہی کرتی ہیں کہ آؤ دیکھو ہمیں کسی نے پیدا کیا ہے؟ کس نے پیدا کیا؟ ربّ ذوالجلال نے پیدا کیا یعنی جتنی بھی مخلوقات موجود ہیں یہ نشان دہی کرتی ہیں کہ مجھے کسی عظیم ذات نے پیدا کیا ہے، یہ مطلب ہے عالم کا۔ عالم ہے علم سے اور علم کہتے ہیں نشانی کو۔ "وأنا واحد من ذلك العالم" اور میں اس عالم سے (عالمین تو جمع ہے ایک عالم جو الگ ہے) میں اس عالم کا ایک فرد ہوں عالم الانس ہے اور ایک عالم ہے اور میں اس عالم الانس کا ایک فرد ہوں، عالم الجن ہے، عالم الملائکہ ہے، فرشتوں کا عالم ہے، جنوں کا عالم ہے یہ سب عالم ہے، ایک ایک عالم ہے جمع ہے عالمین۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں آگے " فإذا قيل لك" اب یہ پہلے سوال کا جواب تھا، کس نے پیدا کیا؟ تمہارا ربّ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ ربّ ہے اور وہی میرا معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کی دلیل کیا ہے؟ یہ سورۃ الفاتحہ کی آیت نمبر 2 جو ہے یہ دلیل ہے۔ اچھا، شیخ صاحب فرماتے ہیں" فإذا قيل لك" (پس جب تم سے کہا جائے) " بم عرفت ربك؟" (تم نے اپنے ربّ کو کیسے جانا؟) یہ سوال کیوں کیا؟ کیوں کہ موجودات میں جو چیز ظاہر اور موجود ہے اس کو انسان جانتا ہے، اپنی آنکھ سے دیکھ لیا بس جان لیا۔ ہندو سے پوچھیں کہ رام کیسا ہے؟ تو وہ تصویر دکھائے گا کہ دیکھو یہ رام ہے۔ تمہاری گائے ماتا کیسی ہے؟ یہ گائے ماتا سامنے کھڑی ہے، وہ دکھادے گا۔ عیسائیوں نے

چرچ میں عیسیٰ π کی تصویر لگائی ہوئی ہے، یہ ہے۔ بات ختم ہوگئی۔ مجوسی سے پوچھیں گے، کہ دیکھو یہ سورج ہے میرا معبود ہے، سامنے ہے آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اور یہ ہی سوال کیا گیا نبی کریم ﷺ سے۔ یہودویوں نے کہا کہ ہم عزیر π کی عبادت کرتے ہیں عزیر π کو ہم جانتے ہیں، عیسائیوں نے کہا کہ ہم عیسیٰ π کی عبادت کرتے ہیں عیسیٰ π کو ہم جانتے ہیں مجوسیوں نے کہا کہ ہم چاند اور سورج کی عبادت کرتے ہیں ان کو ہم جانتے ہیں کہ کیسے ہیں۔ مشرکین عرب نے کہا کہ ہم لات اور عزیٰ کی عبادت کرتے ہیں، اوثان کی عبادت کرتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں، تیرے ربّ کی صفت کیا ہے نسبت کیا ہے؟ ہم کیسے جانیں ؟ تو نبی رحمت ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی:

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝١ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝٢ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝٣ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ (الاخلاص/1-4)

یہ اوصاف ہیں اللہ تعالیٰ کے ﴿قُلْ﴾ (کہہ دیجیے رسول ﷺ کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے) کیسا ایک ہے؟ کیا عیسیٰ ایک نہیں ہے؟ کیا عزیر ایک نہیں ہے؟ رام بھی تو ایک ہی ہے۔ دو رام تھے کیا؟ دو رام تھے! نہیں ایک تھا؟ یہ بھی تو ایک ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کیسا ایک ہے ؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا ﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ (اللہ تعالیٰ صمد ہے، بے نیاز ہے) ساری کی ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے، اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں۔ جس کو تم ایک کہہ رہے یہ رام جب زندہ تھا، انسان تھا اپنے باپ کا محتاج تھا کہ نہیں؟ اپنی ولادت میں اپنی ماں کا محتاج

تھا کہ نہیں ؟ دودھ کس نے پلایا تھا اسے ؟ کہاں بڑا ہوا ؟ کہاں پلا ؟ کھانے پینے کے لیے محتاج تھا۔ کس نے اسے رزق عطا کیا؟ عیسیٰ π اپنے ربّ کے محتاج تھے، عزیر π اپنے ربّ کے محتاج تھے، یہ چاند اور ستارے اپنے ربّ کے محتاج ہیں اور جو بے نیاز ہے وہ ایک ہے اور جو بے نیاز نہیں ہے وہ ایک نہیں ہو سکتا ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾ (اور ایسا ایک ہے کہ نہ اس کا کائی باپ ہے نہ اس کا کوئی بیٹا ہے، نہ اس کو کسی نے جنا ہے اور نہ اسے کسی نے جنا ہے) عیسیٰ π کی والدہ ہے، عزیر کے والدین ہیں، اولاد بھی ہے۔ ساری کی ساری مخلوقات جتنی بھی موجود ہیں یہ ساری کی ساری مخلوقات اپنے وجود کے اعتبار سے نشان دہی کرتی ہیں کہ کوئی خالق ان کا موجود ہے جو صمد ہے بے نیاز ہے جس کی ساری کی ساری کائنات محتاج ہے۔ ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ (اور اس جیسا کوئی بھی نہیں، اس کا ہمسر کوئی بھی نہیں)۔

یہاں پر یہ سوال کیا گیا ''بم عرفت ربك؟'' ہم دیکھتے تو نہیں اللہ تعالیٰ کو ارے پھر جانا کیسے ہے؟ اپنے ربّ کو تم نے کیسے جانا، کیسے پہچانا؟ جواب میں شیخ صاحب فرماتے ہیں ''فقل ، بآياته ومخلوقاته'' میں نے اپنے ربّ کو جانا اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوقات سے جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ ''آياته'' جمع آیت ہے اور آیت کہتے ہیں نشانی کو اور آیات دو قسم کی ہیں:

1۔ آیات کونیہ جیسے، سورج، زمین اور آسمان، درند اور پرند، پتھر اور پہاڑ، یہ ساری کی ساری آیات کونیہ ہیں۔

2۔دوسری قسم کی آیات ہیں آیات شرعیہ، شرعی آیات، قرآن مجید۔آیتیں نہیں کہتے کہ قرآن کی آیت سناؤ، یہ بھی آیت ہے۔ سورج اور چاند بھی آیت ہے۔

دونوں میں کیا فرق ہے؟ وہ آیات کونیہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور یہ آیات شرعیہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ بات سمجھ میں آئی؟ تو وہ فرماتے ہیں، ''فقل ، بآیاته ومخلوقاته'' (آیتوں سے اور مخلوقات سے)۔آیتیں کافی نہیں تھا کیا؟ مخلوقات کا لفظ کیوں استعمال کیا؟ کیوں کہ کسی کو یہ گمان نہ ہو، کیوں کہ آیتیں دو قسم کی ہیں کونی آیات جو مخلوق ہے اور شرعی آیات جو مخلوق نہیں ہے جو وحی ہے اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ یہ ساری کی ساری مخلوقات ہیں جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ مخلوق ہے صفت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی تو اس وہم کو دور کرنے کے لیے ،اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے شیخ صاحب نے ''بآیاته ومخلوقاته'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔''ومن آیاته'' اور یہ جو آیات کونیہ اور شرعیہ ہیں یاد رکھیں یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو اور قدر کو بیان کرتی ہیں، جب انسان سورج کو دیکھتا ہے کہ اتنی بڑی مخلوق لاکھوں میل دور ہے، گرمی بھی آتی ہے دھوپ بھی لگتی ہے اس سے استفادہ کرتے ہیں، اتنی بڑی مخلوق ہے اور کچھ کم عقل لوگوں نے اس سورج کی عظمت کو دیکھ کر سجدہ کیا اور اس کو اپنا ربّ بنالیا، مجوسیوں نے۔ اتنی بڑی مخلوق ہے یہ، یہ اتنی عظیم مخلوق ہے کہ اس کو سجدہ کرنا ضروری ہے لیکن یہ بھول گئے کہ اس عظیم مخلوق کا ربّ کتنا عظیم ہو گا جس نے اس عظیم مخلوق کو پیدا کیا ہے، یہ بھول جاتے ہیں۔تو آیات کونیہ سے اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان ہوتی ہے۔ کتنا عظیم ہے وہ ربّ پوری کائنات کو پیدا کیا اور پوری کائنات کو نعمتوں سے نوزاتا ہے، سب کی سنتا ہے ایک وقت میں سنتا ہے، سب کی پوری کرتا ہے ایک

وقت میں پوری کرتا ہے۔اس وقت ایک شخص یا دو شخص باتیں کریں تو ہمیں سمجھ نہیں آئیں گی، وہ ایسا ربّ ذوالجلال ہے کہ صرف انسان نہیں، سوا چھ ارب، ساڑھے چھ ارب یہ جو انسان ہیں یہ نہیں، درند ہیں، پرند ہیں جتنی بھی مخلوقات ہیں تسبیح بھی وہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کو پہنچ رہی ہے اور اللہ تعالیٰ سن رہا ہے، مانگنے والے کی پکار بھی اللہ تعالیٰ پوری کر رہے ہیں، سب کو ایک وقت میں سنتے ہیں اور جس کو عطا کرنا چاہتے ہیں بے حساب عطا فرماتے ہیں، یہ عظمت ہے ربّ کی۔اور آیات شرعیہ کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا عدل و انصاف اور اللہ تعالیٰ کی حکمت نمایاں ہوتی ہے۔ قرآن مجید کو دیکھیں یہ دین اسلام کیسا عظیم دین ہے، آسانی کا دین ہے فطرت کا دین ہے جس میں توحید کی دعوت ہے، جس میں بدعات اور خرافات اور شرک کا خاتمہ ہے، جس میں موحدین کی نشانیاں بیان کی ہیں، جس میں توحید کا اور موحدین کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے درجے کو بلند کیا اور دنیا اور آخرت کی کامیابی اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسے عطا فرمائی۔تو آیات شرعیہ سے اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف اور حکمت کا علم ہوتا ہے اور آیات کونیہ سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور حکمت کا علم ہوتا ہے۔ ”ومن آیاتہ“ (اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں سے) ”اللیل ، والنھار ، والشمس، والقمر“ (رات اور دن اور سوج اور چاند) یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں۔ مخلوقات ہیں کہ نہیں؟ مخلوقات بھی ہیں۔آیتیں کیوں کہا؟ کیوں کہ اتنی واضح ہیں کہ کوئی ان کو جھٹلا نہیں سکتا۔کوئی ایسا شخص ہے کہ جو رات کو نہ جانتا ہو؟ رات یا دن یا چاند یا سورج؟ اتنی موٹی موٹی نشانیاں ہیں کہ سب جانتے ہیں اس لیے لفظ آیت کا استعمال کیا ہے ، موٹی موٹی اور بڑی بڑی نشانیاں ہیں ”ومن مخلوقاتہ“ (اور مخلوقات میں سے) ”السماوات السبع والارضون

السبع" (سات آسمان اور سات زمین) ہمیں سات آسمان نظر آتے ہیں؟ سات زمینیں نظر آتی ہیں؟ ہیں کہ نہیں ہیں؟ ہیں۔ کس نے کہا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا، آمنا و صدقنا۔ یہاں پر آیت کا لفظ نہیں استعمال نہیں کیا حالانکہ یہ آیت کونیہ میں سے ہے، مخلوقات کا لفظ اس لیے استعمال کیا کہ یہ ہر انسان کے لیے واضح نمایاں نہیں ہے۔ آسمان ہمیں ایک نظر آتا ہے مگر ہے اصل میں سات۔ زمین ہمیں ایک نظر آتی ہے مگر ہے اصل میں سات۔ بات سمجھ میں آئی؟ کہ آیات اور مخلوقات دونوں میں یہاں پر فرق بیان کیا ہے۔ اس کی دلیل کیا ہے کہ زمینیں سات ہیں؟ آسمان سات ہیں، یہ بہت ساری آیات میں ہے۔ زمینیں سات ہیں کسی کو کوئی آیت یاد ہے؟ دلیل ہے؟ سورۃ الطلاق، آیت نمبر 12 میں، آخری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ﴾

(الطلاق/12)

یعنی سات آسمان ہیں اور ان جیسی سات زمینیں ہیں۔ اچھا، اس کی دلیل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں سے یہ چاند ہے، یہ سورج ہے، یہ رات اور دن ہے؟ شیخ صاحب فرماتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے، وَالدَّلِيلُ قَوْلُهُ تَعَالَى:

﴿ وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴾ (فصلت/37) (اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں سے رات ہے، دن ہے، سورج ہے اور چاند ہے) ﴿ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ ﴾ (پس سجدہ نہ کرو نہ سورج کو نہ چاند کو) کس کو کریں؟ اب دل

کرتا ہے سجدہ کرنے کو، عظیم چیز نظر آتی ہے۔﴿وَاسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ﴾(اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو)کیوں ؟﴿الَّذِیۡ خَلَقَهُنَّ﴾(جس نے ان عظیم مخلوقات کو پیدا کیا ہے) وہ ان سے بھی زیادہ عظیم ہے سجدہ کی حق دار صرف وہ ذات ہے صرف وہی واحد ذات ہے جس کو سجدہ کیا جائے ﴿الَّذِیۡ خَلَقَهُنَّ اِنۡ كُنۡتُمۡ اِیَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ﴾(اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو)اگر واقعی تم عبادت کرنا چاہتے ہو اور عبادت کا دعویٰ کرتے ہو تو یاد رکھو کہ سجدہ عبادت ہے اور یہ عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، یہ حق کسی اور کو دینا شرک ہے، صرف اللہ تعالیٰ کو حق دینا سجدہ کا یہ توحید فی العبادۃ ہے۔اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں سے رات ہے، دن ہے، سورج ہے، چاند ہے، ان کو سجدہ نہ کرو سورج کو نہ چاند کو، سجدہ کرو اللہ تعالیٰ کو جس نے ان کو پیدا کیا بے شک اگر واقعی تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو یعنی عبادت کرتے ہو اور یہاں پر ایک واضح دلیل ہے کہ سجدہ عبادت ہے اور عبادت کسی اور کے لیے صرف کرنا شرک فی العبادۃ ہے۔

یہ بات اس لیے میں دہرا رہا ہوں کہ ہمارے چند ساتھی وہ یہ سمجھتے ہیں کہ سجدہ اگر آپ کسی قبر والے کو کریں یا مزار پر جا کر سجدہ کریں تو یہ تعظیم کے لیے جائز ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ سجدہ کرو اور جیسا کہ یوسف π کے والدین اور بھائیوں نے سجدہ کیا۔ یہ تعظیم کے لیے تھا تو ہم اس بزرگ اور پیر کی تعظیم کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تم لوگ کہتے ہو کہ شرک ہے۔ نہیں، یہ ہم نے نہیں کہا ہے یہ شرک ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یہ شرک ہے۔ اچھا، وہ سجدہ کیا تھا؟ وہ سجدہ اس وقت تعظیم کے لیے تھا اور

جائز تھا، تعظیم کے لیے سجدہ پچھلی قوموں میں جائز تھا لیکن ہمارے لیے یہ طریقہ بھی ختم کر دیا گیا، بند کر دیا اور منسوخ ہو گیا۔ شریعت اسلام نے قرآن مجید نے اس تعظیم کے سجدے کو منسوخ کر دیا اب یہ جائز نہیں ہے، یہ ان کے لیے جائز تھا اور اس کی مثال دیکھیں کہ آدم π کے زمانے میں حوا π کو پیٹ میں لڑکا اور لڑکی ہوتی تھی۔ جب پیدا ہوتا تھا ایک بچہ نہیں بلکہ دو بچے پیدا ہوتے تھے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پھر بچہ پیدا ہوتا دوسری مرتبہ لڑکا اور لڑکی تو آپس میں کراس ہوتا یعنی جو ایک pair میں لڑکا اور لڑکی پیدا ہوتے ان کی شادی نہ ہوتی، شادی ہونی ہے تو پہلے pair کا لڑکا اور دوسرے pair کی لڑکی اس طریقے سے کراس میں۔ حالانکہ سب بہن بھائی ہیں تو بہن بھائی کی شادی اس زمانے میں جائز تھی۔ ہماری شریعت میں جائز ہے؟ کوئی ایسا شخص ہے جو کہے کہ کوئی شخص اپنی بہن سے شادی کر سکتا ہے؟ تو نہیں یہ وہ شریعت تھی جو منسوخ ہو گئی اور یہ سجدہ بھی جو تعظیم کے لیے تھا یہ منسوخ ہو چکا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ یہاں پر واضح الفاظ ہیں کہ سجدہ عبادت ہے اور سجدہ کا حق تعظیم کے لیے ذلت اور انکساری کے ساتھ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے چاند اور ستارے کا حق نہیں ہے کسی اور مخلوق کا حق نہیں ہے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور سجدہ اللہ تعالیٰ کو کرو۔

یہ بات واضح ہوئی کہ سجدہ عبادت ہے دلیل یہ آیت ہے یاد رکھیں، اس آیت کو یاد کر لیں کیوں کہ اس آیت کے آخر میں ﴿إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ کہہ کر بات کو ختم کر دیا اللہ تعالیٰ نے کہ اگر تم واقعی تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو اور دعویٰ کرتے ہو کہ ہم اللہ

تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تو سجدہ بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو کرنا کسی مزار پر جا کر کسی بزرگ کے سامنے سجدہ نہ کرنا۔

وَقَوْلُهُ تَعَالَى، اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان، ایک تو یہ آیت دلیل تھی اب دوسری دلیل یہ ہے:

﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ ﴾ (الاعراف/54)(بے شک تمہارا ربّ اللہ تعالیٰ ہے)﴿ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾(جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا)﴿ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ﴾(چھ دنوں میں)﴿ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ﴾(پھر عرش پر مستوی ہوا) ﴿ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ﴾ (یعنی رات کے بعد دن جلدی آتا ہے)﴿ حَثِیْثًا ﴾ یعنی سریعاً بہت جلدی اس کے پیچھے جیسے کہتے ہیں کہ کوئی دوڑ لگاتا ہے اس کو پکڑنے کے لیے دن اور رات دیکھیں جیسے ایک دوسرے کے پیچھے دوڑ لگا رہے ہیں، دن آتا ہے اس کے پیچھے پھر رات، بیچ میں کوئی فاصلہ نہیں ہے دن ہے پھر رات ہے تو جلدی سے ایک کے پیچھے دن اور رات آ رہے ہیں ﴿ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ﴾(اور سورج اور چاند اور یہ سارے کے سارے تارے ﴿ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ﴾ اللہ تعالیٰ کے امر کے پابند ہیں، مسخر ہیں)﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ﴾ (کیا پیدا کرنا اور حکم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا نہیں) ﴿ تَبٰرَكَ

اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو سب جہانوں کا مالک ہے جو سب جہانوں کا ربّ ہے)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو کتنے دنوں میں پیدا کیا؟ چھ دنوں میں پیدا کیا تو ایک تو یہ فائدہ ہے کہ زمین اور آسمان کے جو period ہیں وقت میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ چھ دن ہیں اور دن چوبیس گھنٹے کے نہیں جیسے ہم جانتے ہیں۔ کتنے ہیں؟ اللہ تعالیٰ جانتا ہے وہ یوم جو اللہ تعالیٰ کے ہاں دن کی مقدار ہے اور وقت ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہمارے دن چوبیس گھنٹے کے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں وقت متعین نہیں ہے لیکن یوم ایک وقت کو بھی کہتے ہیں خاص محدود period کو۔ کتنا؟ اللہ تعالیٰ جانتا ہے لیکن چھ کی تعداد میں ہے یہ یوم جو ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود نہیں ہے۔ کچھ لوگوں سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ یہ بات درست نہیں ہے، اللہ تعالیٰ صرف اور صرف عرش پر مستوی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا استواء کرنے کا حق ہے، ہم نہیں جانتے کہ کیسے مستوی ہے، ہم نہیں جانتے کہ کیسے عرش پر متمکن ہے، اللہ اعلم۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔ ہر جگہ کیوں نہیں ہے؟ کیوں کہ اس سے باطل اور مفسدے پیدا ہوتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہوتا تو اس کا یہ مطلب ہوتا کہ اللہ تعالیٰ گندگی میں بھی ہوتا اور اللہ تعالیٰ ہر گندگی سے پاک ہے۔ کہنے والوں نے تو یوں بھی کہا، فضائل اعمال میں، فضائل ذکر میں، حصہ سوم میں صاحب لکھتے ہیں کہ:

"شاہ عبد الرحیم کے خدام میں سے ایک خادم تھا جو کئی روز استنجا کے لیے نہیں جاتا تھا اسے ہر جگہ انوار نظر آتے تھے"۔

کیا مطلب ہے اس کا؟ ہر جگہ انوار نظر آتے ہیں۔ یعنی کیا؟ ایک شخص سے میں نے بات کی تو اس نے کہا کہ یار اسے ہر جگہ لائٹیں نظر آتی ہیں۔ میں نے کہا کہ اللہ کے بندے اس شخص نے کہا کہ ہر جگہ انوار نظر آتے ہیں اور کئی روز استنجا اس شخص نے نہیں کیا اگر آپ کو کئی جگہ لائٹیں نظر آتی ہیں، یہ لائٹیں جو عام ہوتی ہیں تو پھر استنجا سے کیا روکتا ہے آپ کو ؟ استنجا کرو لائٹوں میں اچھی بات ہے روشنی میں استنجا کرو گے، اندھیرے میں تو ہو سکتا ہے کیا؟ استنجا نہ بھی کر سکو یا صحیح صفائی نہ ہو آپ کی لیکن کس روشنی نے، کس نور نے اس شخص کو روکا کہ یہاں پر گندگی نہ پھیلاؤ؟ استنجا کیوں نہیں کر رہے ہو، بھئی استنجا کے لیے گندگی پھیلائے گا پھر استنجا کرے گا ناں۔ تو اس بے چارے نے کئی روز تک استنجا نہیں کیا۔ کیوں نہیں کیا؟ اسے ہر جگہ انوار نظر آتے ہیں، یہ ہے وحدت الوجود یعنی ہر جگہ اسے اللہ تعالیٰ نظر آتا تھا۔

یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور قرآن مجید میں سات مختلف سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تاکید کی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود نہیں ہے۔ ہاں، اپنے علم سے، اپنے احاطے سے اپنی مدد سے اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اس میں کسی کو شک نہیں ہے اس بات پر آپ ذرا غور کریں کہ جہاں پر معیت کا لفظ ہے، میں تمہارے ساتھ ہوں تو وہاں پر علم کا لفظ ضرور ہے یا احاطے کا لفظ ضرور ہے یا مدد کا لفظ ضرور ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اس لیے یہ پہلے بھی میں نے بیان کیا ہے کہ جب آپ کوئی فتویٰ دینا چاہیں کسی مسئلے میں، کسی شریعت کے مسئلے میں تو سارے کے سارے دلائل

اکٹھا کریں، سب کو سامنے رکھیں پھر آپ فتویٰ دیں اگر آپ ایک آیت لیتے ہیں اور باقی دلائل چھوڑ دیتے ہیں تو پھر انصاف نہیں ہے، پھر تو انصاف نہیں ہو سکتا۔ اس لیے جب سب آیات سامنے رکھتے ہیں تو یہ پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں۔ کیسے ؟ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کیسے ہیں لیکن اپنے علم، احاطے سے اور اپنی مدد سے اللہ تعالیٰ سب کے ساتھ ہے اور اس میں ایک بات یہ بھی میں بیان کر دوں کہ ڈاکٹر ذاکر نائیک سے ایک غلطی ہوئی اس مسئلے میں اور یہ ایک کتاب ہے "اسلام پر چالیس اعتراضات کے عقلی و نقلی جواب"۔ بہت مشہور کتاب ہے، مکہ میں بِک رہی ہے۔ سب سے پہلی جو غلطی ہے اس کے ٹائٹل میں "عقلی اور نقلی"۔ عقل کو آگے نہیں کرنا میرے بھائی کبھی بھی، عقل کو آگے اشاعرہ کرتے تھے، عقل کو آگے معتزلہ اور جہمی کرتے تھے اور گمراہ ہوئے، عقل کو آگے جس نے بھی کیا یاد رکھیں، واللہ! یہ ناقص عقل اس کو جس نے بھی آگے کیا گمراہی کی طرف چلا گیا، عقل ناقص ہے انسان کی۔ عقلی اور نقلی جواب دیتے دیتے واقعی انہوں نے یہ ثابت کیا یہاں پر کہ انہوں نے عقل کو مقدم کیا اور اس کی مثال میں یہاں پر ایک سوال ہے کہ افلاک وارض کی تخلیق چھ یا آٹھ روز میں ہوئی۔ یعنی چھ روز میں یا آٹھ روز میں۔ ابھی ہم نے پڑھا ہے کتنے میں ؟ چھ روز میں۔ ایک آیت ہے سورۃ فصلت میں، حم السجدہ بھی کہتے ہیں اور فصلت بھی کہتے ہیں آیت نمبر، 9 تا 12 جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ﴾ (اے رسول ﷺ! کہ دیجیے کہ کیا تم اس ذات کو جھٹلاتے ہو جس نے پیدا کیا زمین کو دو دنوں میں)

وَ تَجۡعَلُوۡنَ لَهٗۤ اَنۡدَادًا ؕ﴾(اور اللہ تعالیٰ کے تم شریک ٹھہراتے ہو)﴿ذٰلِكَ رَبُّ
الۡعٰلَمِيۡنَ﴾(وہ ربّ العالمین ہے پوری کائنات کا ربّ ہے)﴿ وَجَعَلَ فِيۡهَا
رَوَاسِىَ ﴾(اور زمین پر (دیکھیں لفظ واؤ ہے ثم نہیں)﴿ وَجَعَلَ فِيۡهَا
رَوَاسِىَ﴾(اور اس زمین پر اللہ تعالیٰ نے پہاڑ بنا دیئے)﴿ مِنۡ فَوۡقِهَا﴾(اس کے
اوپر)﴿ وَبٰرَكَ فِيۡهَا ﴾(اس پر برکت ڈال دی)﴿وَقَدَّرَ فِيۡهَاۤ اَقۡوَاتَهَا﴾(اور
رزق کو اللہ تعالیٰ نے مقدر، مقدار میں اپنے اندازے سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا)﴿ فِىۡۤ
اَرۡبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ﴾ (چار دنوں میں)﴿سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيۡنَ﴾(ہر مانگنے والے کے لیے،
سوال کرنے والے کے لیے)﴿ثُمَّ ﴾(پھر اس کے بعد)﴿اسۡتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ
وَهِىَ دُخَانٌ﴾ (آسمان کی طرف مستوی ہوئے) یعنی یہاں پر ﴿اسۡتَوٰۤى
اِلَى﴾ہے "استوی علی" نہیں ﴿ اسۡتَوٰۤى اِلَى﴾ کا عربی میں مقصد ہے یعنی قصداً،
قصد کیا آسمان کا﴿ وَهِىَ دُخَانٌ ﴾دخان کہتے ہیں دھویں کو(دھویں کی طرح کی) جیسے
ایک چیز بخارات نہیں ہو جاتی evaporation جیسے پانی کا ہوتا ہے تو دخان کی صورت
میں تھی ۔﴿فَقَالَ لَهَا﴾(اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا)﴿ لَهَا﴾(آسمان کو حکم دیا)﴿
وَلِلۡاَرۡضِ ﴾(اور زمین کو حکم دیا)﴿ ائۡتِيَا طَوۡعًا اَوۡ كَرۡهًا ؕ﴾(آ جاؤ فرماں

برداری میں یا﴿ كَرْهًا ﴾یا زبردستی) ﴿ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآىِٕعِيْنَ ﴾(اے اللہ تعالیٰ ہم فرماں برداری اپنا سر خم کر کے آپ کی طرف آتے ہیں) یعنی آپ کی فرماں برداری کے لیے ہم تیار ہیں۔ جو کچھ بھی کرنا ہے، جیسے بھی پیدا کرنا ہے ہم تیار ہیں نافرمانی نہیں۔ ﴿ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنا دیئے۔ کتنے دنوں میں ؟ ﴿ فِيْ يَوْمَيْنِ ﴾(دو دنوں میں) ﴿ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ﴾(اور ہر آسمان میں اپنی وحی اور حکم دے دیا) آخر تک۔

اب اس میں دیکھیں دو دن، چار دن پھر دو دن ٹوٹل تقریباً سننے والے کو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آٹھ دن ہیں ابھی ہم نے پڑھا ہے چھ دن اب یہاں آٹھ دن۔ تو چھ ہے یا آٹھ ہے ؟ کیا یہ قرآن مجید میں نعوذ باللہ contradiction تو نہیں ہے تو مخالفین جو کافر ہیں، یہود و نصاریٰ اور ہندو، وہ کہتے ہیں دیکھیں کہ ان کے قرآن مجید میں تضاد ہے۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے ڈاکٹر صاحب نے ان کو جواب دیا، دیکھیں کاش نقلی جواب پہلے دیتے عقلی بعد میں دیتے تو انہوں نے کیوں کہ عقل کی بنیاد پر باتیں زیادہ کیں اور ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ میری ہے logical belief، میں logic پر ایمان لاتا ہوں۔ یعنی logic کس کو کہتے ہیں ؟ عقل کو استعمال کرنے کے بعد ہی میں ایمان لایا اور ہمارا جو راستہ ہے، اہل سنت والجماعت کا جو راستہ ہے، سلفیت کا جو راستہ ہے، سلف صالحین، کہتے ہیں، آمنا و صدقنا ۔ ہماری عقل مانے یا نہ مانے اللہ تعالیٰ کا حکم قرآن مجید میں آگیا، آمنا و صدقنا۔ سیدنا ابو بکر صدیق τ کو ''صدیق'' کیوں کہا جاتا ہے ؟ اس لیے کہ انہوں نے ہمیشہ تصدیق کی اگر خبر نا

ممکن بھی ہو پھر بھی تصدیق کی۔ جب اسراء و معراج میں نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سیر کرائی آسمانوں کی، واپس آئے تو ابو جہل دوڑتا ہوا آیا، ابھی ابو بکر صدیق کو میں پکڑوں گا یہ ہمیشہ تصدیق کرتا ہے ناں ابھی پکڑوں گا میں، اب کہاں جائے گا۔ تم جانتے ہو کہ تمہارا دوست کیا کہتا ہے؟ کیا فرمایا ہے محمد ﷺ نے؟ کہتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں بیت المقدس کی طرف گیا اور آسمانوں کی سیر بھی کر آیا اور واپس بھی آگیا ایک ہی رات میں۔ سیدنا ابو بکر صدیق τ نے فرمایا "لَئِنْ كَانَ قَالَ ذٰلِكَ لَقَدْ صَدَقَ" (اگر یہ انہوں نے فرمایا ہے تو وہ سچے ہیں) تو ابو جہل خاموش ہو گیا، اب کیا جواب دے گا۔ ابو جہل اپنی عقل کے بل بوتے پر آیا تھا اب عقل تو نہیں مانتی، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ سیدنا ابو بکر صدیق τ نے اپنے ایمان سے جواب دیا، آمنا و صدقنا، اگر فرما دیا تو سچ فرمایا بس ہم یہ جانتے ہیں۔

بہر حال، تو ڈاکٹر صاحب نے یہاں پر جواب دیا تفصیل کے ساتھ یعنی کہاں کہاں پر اللہ تعالیٰ نے چھ دن کا ذکر کیا سورتوں کے نام، سورۃ الاعراف، سورۃ یونس، سورۃ ہود، سورۃ الفرقان، سورۃ السجدہ، سورۃ ق، سورۃ الحدید۔ ان سب سورتوں میں چھ دن کا لفظ ہے لیکن اس سورۃ میں فصلت میں ظاہر اً آٹھ لگتا ہے۔ تو جواب میں ڈاکٹر صاحب نے، یہاں پر لفظ ہے ﴿ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ﴾ ﴿ثُمَّ﴾ کی یہاں پر تحریف ہوئی، وہ کہتے ہیں ﴿ثُمَّ﴾ کا مطلب ہے moreover ﴿ثُمَّ﴾ کا مطلب ہے اسی وقت۔ یعنی انہوں نے مثال اچھی دی لیکن مثال تھوڑا عقلی دی، عقلی مثال یہ دی کہ اگر کوئی Architect یہ کہتا ہے کہ میں نے اس بلڈنگ کو بنایا ہے چھ مہینوں میں۔ بلڈنگ پوری اس کی دیوار، چار دیواری سب چھ مہینوں میں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ دیوار کو بناتے بناتے دو مہینے لگ گئے۔ تو اس

کا مطلب کیا ہوتا ہے کہ آٹھ مہینے میں بنایا یا ٹوٹل چھ مہینے لگے ؟ دیوار کو بیچ میں، میں نے دو مہینوں میں بنایا۔ تو ٹوٹل چھ ہی ہیں۔ بات سمجھ آئی ؟ انہوں نے یہ مثال دی لیکن یہاں پر انہوں نے ﴿ ثُمَّ ﴾ کا لفظ ﴿ ثُمَّ اسْتَوٰی ﴾ یہ فرمایا کہ ﴿ ثُمَّ ﴾ کا مطلب ہے اسی وقت ۔ عربی زبان میں ﴿ ثُمَّ ﴾ حرف عطف ہے جس کا مطلب ہے "الترتیب مع التراخی، جاء محمدو احمد" محمد اور احمد داخل ہوئے، آگے پیچھے کون ہے ہم نہیں جانتے "واؤ" میں آگے پیچھے نہیں ہوتا "جاء محمدفاحمد" پہلے محمد اس کے فوراً بعد احمد آئے "جاء محمد ثم احمد" پہلے محمد آئے پھر تھوڑی دیر کے بعد احمد آئے۔ یہ حرف عطف کی پہچان ہے۔ تو "ثم" میں ترتیب بھی ہے یعنی بعد میں اور "تراخی" تھوڑا وقت بھی ہے، فاصلہ بھی ہے، مہلت بھی ہے۔ تو انہوں نے یہاں پر یہ فرمایا کہ اگر ہم اس کو مانتے ہیں تو Big Bang کے خلاف جاتا ہے۔ Big Bang کیا ہے ؟ کہ پوری کائنات ایک چیز تھی اچانک اس میں بلاسٹ ہوا پھٹی، اس میں سے پوری کائنات پیدا ہوئی ہے، اسے کہتے ہیں Big Bang۔ اور قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ ہے سورۃ الانبیاء میں۔ انہوں نے یہاں پر ذکر کیا ہے ڈاکٹر ذاکر نے بھی یہاں پر ذکر کیا ہے، سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ (الانبیاء/30)

(کیا کافروں نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین باہم ملے جلے تھے پھر ہم نے انہیں جدا کر دیا)

تو یہ جو جدائی تھی سائنس دانوں نے، فزکس کے علماء نے، انہوں نے یہ دیکھا کہ یہ پوری کائنات پہلے ایک ہی چیز تھی پھر بلاسٹ ہوا پھٹ گئی پھر الگ الگ زمین اور آسمان پیدا ہوئے ۔تو اس چیز کو ذاکر صاحب کہتے ہیں کہ اگر ''ثم'' کا مطلب جو عام لفظ جیسے عربی زبان میں کہتے ہیں ''الترتیب مع التراخی'' بعد میں تو پھر یہ theory ختم ہوتی ہے۔ کیوں کہ theory میں کیا ہے ؟ زمین اور آسمان بیک وقت آئے۔ یہ ہی ہے کہ نہیں ؟ یہاں پر ''ثم'' اگر بعد میں تو پہلے زمین بعد میں آسمان، کافر کہاں مانیں گے۔ کافر تو اس کو مانتے ہیں ناں کہ وہ تو کہتے ہیں کہ Big Bang کو ہم مانتے ہیں، اس theory کو دیکھ لیا، اس کی دلیل بھی اب tact بن گئی ہے اس کو مانتے ہیں۔ تو انہوں نے اس کو اس کو ثابت کرنے کے لیے:

1۔ یہ ثابت کرنا کہ چھ ہے آٹھ نہیں ہے۔

2۔ یہ ثابت کرنا کہ Big Bang theory صحیح ہے غلط نہیں ہے۔

تو ''ثم'' کے لفظ کو اپنی جگہ سے ہٹا کر ''واؤ'' کا مطلب دے دیا کہ اسی وقت اور یہ درست نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو بیک وقت پیدا کیا ہے یعنی جب ﴿ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ﴾ الگ الگ کیا تو وجود کے اعتبار سے دونوں ایک وقت میں آئے وجود کے اعتبار سے زمین اور آسمان، اب زمین کو زمین بنانا اور آسمان کو آسمان بنانا اس میں ترتیب ہے۔ جب ساری کی ساری آیات اکٹھی

کیں، ایک آیت جو ابھی میں نے بیان کی جس میں چھ دن کا ذکر ہے اور یہ آیت سورۃ فصلت جس میں ظاہر اً آٹھ لگتا ہے اور ایک آیت سورۃ النازعات کی بھی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰىهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴾

(النازعات/27-30)

یہاں پر پہلے آسمان کی تخلیق ہے ﴿ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴾ اور زمین کو دحا کیا آسمان کو پیدا کرنے کے بعد۔ تو کبھی آسمان پہلے پیدا ہو رہا ہے کبھی زمین پہلے پیدا ہو رہی ہے تو اگر آپ الگ الگ ان آیتوں کو دیکھیں تو پھر مشکل ہے جب سب کو اکٹھا کریں گے اور سب کو دیکھیں گے تو پتہ یہ چلتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ زمین اور آسمان جب الگ الگ ہوئے، ایک وقت میں الگ الگ ہوئے، ان کا وجود ایک وقت میں ہوا تھا۔ Big Bang جھوٹی نہیں ہے اگرچہ دیکھیں علماء کے نزدیک جتنے بھی نظریات انسان ابھی بنا رہا ہے ہیں یہ غلط بھی ہو سکتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ جو بھی آج سائنس کر رہی ہے کچھ علماء جانتے ہیں یہ ہی قرآن میں موجود ہے 1400 سال پہلے سے موجود ہے تو کچھ علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ ہر بات جو علماء کہیں، جو سائنس دان کہیں وہ درست نہیں ہوتی اس میں غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ کل کو ان کی theory غلط ہو جائے تو پھر کیا قرآن کو غلط کہیں گے آپ؟ کیا کہیں گے آپ؟ تو اس لیے اگر وہ کہتے ہیں تو ٹھیک ہے، ان کو یہ کہو کہ الحمد للہ

آپ کی theory جتنی بھی ہے ٹھیک ہے، ہم قرآن کو مانیں گے۔ زمین اور آسمان کا وجود ایک وقت میں ہوا پھر دو دن اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو پیدا کیا دو دنوں میں پھر ٹوٹل چار دنوں میں اسی آیت میں جس کو میں نے پڑھا ہے اس کو آپ ذرا غور کریں سورۃ فصلت کی آیت، ٹوٹل چار دنوں میں اللہ تعالیٰ نے پوری کی پوری زمین کو پیدا کیا ہے یعنی دو اور چار چھ نہیں، ذرا غور کریں:

﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ﴾ (ان کو کہہ دیجیے اے نبی ﷺ! کیا تم اس ذات کو جھٹلاتے ہو جس نے پیدا کیا زمین کو دو دنوں میں) ﴿وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا﴾ (اور تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو) ﴿ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (وہ ربّ العالمین ہے)

"ثُمَّ جَعَلَ" نہیں ہے یاد رکھیں، اگر "ثُمَّ جَعَلَ" ہوتا یہ ترتیب بنتی تو یہاں پر مشکل پیدا ہوتی ہے۔ ایک حرف میں دیکھیں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے ﴿وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ﴾ (اور زمین میں اللہ تعالیٰ نے بنائے پہاڑ) ﴿وَبٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ﴾ اب یہ ٹوٹل وقت جو ہے چار دن لگے بنانے میں، پہاڑوں کو نصب کرنے میں، برکت ڈالنے میں اور پورے کا پورا اس میں رزق پھیلانے میں۔ کتنے دن لگے؟ چار، وہ دن دو اور یہ سارے دو دن میں اور یہ پورے کے پورے چار دن، وہ دن بھی اس کے بیچ میں ہے جیسے کہ بلڈنگ بنانے والے نے بلڈنگ بنائی چھ مہینے میں اور دیوار

کو دو مہینے میں بنائی یعنی ٹوٹل چھ مہینے لگے ، آٹھ نہیں لگے۔ بات سمجھ آئی کہ نہیں؟ آگے دیکھیں ، اللہ تعالیٰ پھر فرماتے ہیں ﴿ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ ﴾ (پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف قصد کیا) آسمان کیا تھا؟ دخان ، فی یومین (دودنوں میں)دو دن میں اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بنادیا۔ اب پوری کی پوری زمین اور آسمان کی خلقت ، خلق پوری ہو گئی اور اس صورت میں جس میں آسمان کو بنانا پہلے ہے اور زمین کو بعد میں ﴿ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴾ کہ جب یہ الگ الگ ہوئے زمین اور آسمان الگ الگ ہوئے تو اس میں وجود پہلے آگیا یعنی آسمان کا وجود بن گیا، جب آسمان کا وجود بن گیا تو پہلے زمین کو اللہ تعالیٰ نے بنایا۔ ٹھیک ہے، جب زمین کی تخلیق پوری ہو گئی پھر آسمان کو بنایا تو جو وہم ہے تعارض کا وہ ختم ہو جاتا ہے۔ تو یہاں پر ﴿ ثُمَّ ، ثُمَّ ﴾ ہی ہے اس کو تحریف کرنے کی ضرورت نہیں ہے،اس کو غلط معنی میں لینے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ ہی سوال صحیح بخاری میں موجود ہے اس سے ملتا جلتا، تفسیر ابن کثیر میں بھی موجود ہے، صحیح بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ فصلت میں۔ ایک شخص آیا، سیدنا عبداللہ بن عباس ﷛ سے سوال کیا، انہوں نے کہا کہ قرآن مجید میں کچھ ایسی چیزیں ہیں جس میں مجھے تضاد نظر آتا ہے، جس میں مجھے مخالفت نظر آتی ہے، مجھے بہت مشکل پیدا ہوئی۔ لمبی حدیث ہے میں صرف یہ آیت بیان کرتا ہوں ، اس میں سے ایک یہ آیت بھی ہے ﴿اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰىهَا﴾(النازعات/27) اِلَى قَوْلِهِ ﴿دَحٰىهَا﴾(النازعات/30) فَذَكَرَ

خَلْقَ السَّمَاءِ قَبْلَ خَلْقِ الْأَرْضِ ، ثُمَّ قَالَ﴿ قُلۡ اَئِنَّكُمۡ لَتَكۡفُرُوۡنَ بِالَّذِىۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ فِىۡ يَوۡمَيۡنِ ﴾(فصلت/9) إِلَى قَوْلِهِ ﴿طَآٮِٕعِيۡنَ﴾(فصلت/11) دوسری آیت جو میں نے ابھی بیان کی ہے سورہ فصلت کی آیت ''فَذَكَرَ فِي هَذِهِ خَلْقَ الْأَرْضِ قَبْلَ خَلْقِ السَّمَاءِ'' یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ وہاں پر آسمان کا خلق پہلے ہے اور یہاں پر زمین کا خلق پہلے ہے تو مجھے یہ مشکل پیدا ہوئی۔ اور یہ سوال کرنے والا کون تھا، جانتے ہیں ؟ ابن ارزق خارجی تھا، سوال صحابی سے کر رہا ہے، پوچھ رہا ہے لیکن کاش صحابی کے جواب کو سن کر اس پر عمل بھی کرتا تو کبھی عقل کو ترجیح نہ دیتا وہ۔ دیکھیں، سیدنا عبد اللہ بن عباس ω نے جواب دیا سب سوالوں کا جب اس سوال کی باری آئی تو فرماتے ہیں:

''وَخَلَقَ الأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ'' (اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا)

'' ثُمَّ خَلَقَ السَّمَاءَ ، ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ فِي يَوْمَيْنِ
آخَرَيْنِ ، ثُمَّ دَحَا الأَرْضَ ، وَدَحْوُهَا ، أَنْ أَخْرَجَ مِنْهَا الْمَاءَ وَالْمَرْعَى ، وَخَلَقَ الْجِبَالَ ، وَالْجِمَالَ ، وَالآكَامَ ، وَمَا بَيْنَهُمَا، فِي يَوْمَيْنِ

آخَرَيْنِ ، فَذَلِكَ قَوْلُهُ ﴿دَحَاهَا﴾ وَقَوْلُهُ ﴿خَلَقَ الأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ ﴾ فَجُعِلَتْ الأَرْضُ وَمَا فِيهَا مِنْ شَيْءٍ فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ "

یعنی ٹوٹل زمین جو کچھ زمین میں ہے ٹوٹل چار دنوں میں پیدا ہوئے، آسمان دو دنوں میں بس ،ان کے بیچ میں زمین کو پہلے بنایا وجود میں، زمین اور آسمان وجود میں پہلے آئے پھر زمین کو بنایا پھر آسمان پھر زمین کو پورا کیا، ہموار کیا ﴿ دَحَاهَا﴾ یعنی ہموار کیا "وَخُلِقَتِ السَّمَوَاتُ فِي يَوْمَيْنِ" اور آسمان دو دنوں میں۔ تو ٹوٹل کتنے ہوئے ؟ چھ ہیں، آٹھ نہیں ہیں۔

یہ صحیح بخاری سے میں نے لیا ہوا ہے، کتاب التفسیر صحیح بخاری میں آپ دیکھ سکتے ہیں سورۃ فصلت کی تفسیر۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں "والرَّب هو المعبود" (اور ربّ ہی معبود ہے،اس کے سوا کوئی معبود نہیں) اس کی دلیل کیا ہے کہ ربّ ہی معبود ہے؟ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ "وَالدَّلِيلُ قَوْلُهُ تَعَالَى" :

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ﴾ (البقرۃ/21) (اے لوگو!) ﴿ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ﴾ (اپنے ربّ کی ہی عبادت کرو) ﴿ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ﴾ (جس نے تمہیں پیدا کیا) ﴿ وَالَّذِيْنَ

﴿مِنۡ قَبۡلِكُمۡ﴾ (اور جو تم میں سے پہلے تھے)﴿لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ﴾ (تاکہ تم متقی پرہیزگار بن جاؤ)۔

جب قرآن مجید میں ﴿يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ﴾ آئے تو مطلب ہے کہ سارے شامل ہیں جتنے بھی ناس ہیں، مسلم ہیں، کافر ہیں سارے اور یہ جو حکم ﴿اعۡبُدُوۡا﴾ یہ فعل امر ہے، اللہ تعالیٰ حکم دے رہے ہیں سب لوگوں کو جتنے بھی انسان موجود ہیں کہ اپنے ربّ کی عبادت کرو۔ کیوں عبادت کریں اپنے ربّ کی؟ عبادت کا مستحق صرف ربّ ہے اور کوئی بھی نہیں ہے۔ اور ربّ کسے کہتے ہیں؟ جو پیدا کرنے والا ہو، رزق عطا فرمانے والا ہو، مالک ہو، تدبیر کرنے والا ہو اس کو ربّ کہتے ہیں۔ عبادت صرف اور صرف اپنے ربّ کی کرو۔ کیوں؟ کون ہے یہ ربّ جس کی ہم عبادت کریں؟ ﴿الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ﴾ (جس نے تمہیں پیدا کیا) ﴿وَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ﴾ اور جو تم سے پہلے تھے ان کو بھی پیدا کیا۔ تاکہ کوئی شخص یہ نہ کہے کہ ہمیں تو اللہ نے پیدا کیا ربّ نے تو ان کا ربّ کون تھا جو ہم سے پہلے تھے، ان کا ربّ بھی اللہ تعالیٰ ہے ایک ہی ربّ ہے سب کا ﴿لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ﴾ (تاکہ تم متقی پرہیزگار بن جاؤ)۔

اگر تم متقی بننا چاہتے ہو تو توحید العبادۃ کو سمجھو، جس شخص نے توحید العبادۃ کو نہیں سمجھا وہ متقی ہو ہی نہیں سکتا اور پورا کا پورا قرآن مجید ہدایت اور تقویٰ کو بیان کرنے کے لیے اترا ہے ﴿اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ﴾ ہم پڑھتے ہیں نماز میں سورۃ الفاتحہ میں (اے

اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرما، صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرما)
اللہ تعالیٰ نے کیا اس دعا کو قبول کیا کہ نہیں؟ جی ہاں، دعا کی قبولیت میں اللہ تعالیٰ نے پورے
کا پورا قرآن مجید نازل کر دیا سورۃ البقرۃ سے لے کر سورۃ الناس تک اگر ہدایت تم نے
حاصل کرنی ہے تو یہ تمہاری ہدایت کا راستہ ہے۔ اور سورۃ البقرۃ کے آغاز میں ﴿الٓمٓ
۝١ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ (البقرۃ 1-2) یہ کتاب
جس میں تمہاری ہدایت ہے ہدایت ان لوگوں کے لیے ہے جو متقی ہیں، جو متقی نہیں ہے وہ
ہدایت نہیں لے سکتا جو متقی ہے وہی ہدایت لے گا، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو اور
یہاں پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اور یاد رکھیں قرآن مجید میں جو سب سے پہلا امر ہے وہ یہ
ہے، سورۃ الفاتحہ میں امر نہیں ہے، سورۃ البقرۃ کی شروع کی آیات میں امر نہیں ہے، سب
سے پہلا امر جو اس آیت میں ہے سورۃ البقرۃ آیت نمبر 21 میں اور سب سے پہلا امر بھی،
حکم بھی اللہ تعالیٰ نے توحید العبادۃ کا دیا ہے اور یہ ہی توحید العبادۃ ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ
نے انبیاءo کو بھیجا اپنی وحی نازل فرمائی اور جتنے بھی انبیاء اور رسول o ہیں وہ یہ ہی پیغام لے
کر آئے ﴿اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ﴾ (البقرۃ/21) ﴿اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
غَيْرُهٗ﴾ (الاعراف/73) (اپنے ربّ کی عبادت کرو، اس کی سوا تمہارا کوئی معبود نہیں
ہے)۔

﴿الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا﴾(البقرۃ/22)(تمہیں پیدا کیا، تم سے جو پہلے تھے ان کو بھی پیدا کیا اور زمین کو ہموار، بچھونا بنا دیا) ﴿وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً﴾ (اور آسمان کو چھت بنا دیا) ﴿وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ﴾ (اور آسمان سے اتارا) ﴿مَآءً﴾(پانی) ﴿فَاَخْرَجَ بِهٖ﴾(پس اس پانی سے نکالا) ﴿مِنَ الثَّمَرٰتِ﴾(فروٹ اور پھل) ﴿رِزْقًا لَّکُمْ﴾ (تمہارے لیے رزق) ﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، کسی کو برابر نہ ٹھہراؤ) ﴿وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾(اور تم جانتے بھی ہو کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے)۔

تم جانتے ہو کہ تمہیں صرف اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، تم سے پہلے والوں کو صرف اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، زمین کو سیدھا اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، آسمان کو چھت اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے، پانی آسمان سے اللہ تعالیٰ نے برسایا ہے، اس زمین سے طرح طرح کے پودے اور طرح طرح کے فروٹ اور پھل اللہ تعالیٰ نے ہی اگائے اور نکالے، رزق بھی ان چیزوں کو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے ہی بنایا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیوں کرتے ہو؟ یہ کیوں کہتے ہو کہ ولی بھی اولاد دے سکتا ہے؟ جب ابھی تم اقرار کر چکے ہو تم جانتے ہو ﴿وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ خالق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا

کوئی خالق نہیں ہے، کوئی اولاد دے نہیں سکتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ پھر کیوں کہتے ہو یہ (دیکھیں یہاں پر اللہ تعالیٰ نفی بھی کر رہے ہیں شدت کے ساتھ) پھر یہ کیوں کسی شخص کے ذہن میں آتا ہے کہ کوئی ایسی ذات بھی موجود ہے جو اولاد دے سکتی ہے، کوئی ایسی ذات بھی موجود ہے جو مشکل کشا اور حاجت روا ہے، کوئی ایسی ذات بھی موجود ہے جو رزق عطا کر سکتی ہے۔ تم تو جانتے ہو ﴿ وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ تم جان چکے ہو اور اللہ کی قسم اپنی فطرت سے ہر انسان جانتا ہے کہ اس کا خالق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں ہے۔ جب تم یہ جانتے ہو اپنی فطرت سے تو اپنے اس جاننے کے خلاف عمل کیوں کرتے ہو؟ اس علم کے خلاف عمل کیوں کرتے ہو؟ آپ لوگ جانتے ہیں کہ یہ بات کہاں سے آئی؟ یہ جانتے ہوئے بھی لوگ یہ کیوں کہتے ہیں کہ ولی بھی اولاد دے سکتا ہے؟ نبی بھی اولاد دے سکتا ہے؟ کسی کہنے والے نے ایک بات کہی اور پیچھے دوڑنے والے، ہلاک ہونے والے اس بات کے پیچھے لگ گئے اور ہلاکت میں ڈوب گئے۔ کسی نے کہا، یہ تو ہم جانتے ہیں ﴿ وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ جانتے ہیں ہم کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے، رازق ہے، مشکل کشا ہے، حاجت روا ہے، وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے کوئی اور نہیں کر سکتا لیکن ذاتی طور پر، جبکہ عطائی طور پر کوئی بھی کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ عطا کسی کو کرنا چاہے تو کون روک سکتا ہے اللہ تعالیٰ کو، اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر خالق ہے اور محمد ﷺ عطائی طور پر خالق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر رزق دیتا ہے اور غوث عطائی طور پر رازق ہے، ہم کیوں نہ مانگیں غوث سے، ہم کیوں نہ مانگیں نبی سے۔ تم لوگ انبیاء اور اولیاء کے گستاخ ہو، تمہیں پتہ نہیں ہے

کہ انبیاءاور اولیاء کیا ہوتے ہیں، ان کی قدر کیا ہے تم نہیں جانتے ہو۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت عطا فرمائی ہے اس سے کیوں نہ مانگیں ہم۔ سبحان اللہ!

﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (البقرۃ/111) سچے ہو تو دلیل لاؤ، اللہ تعالیٰ یہاں پر فرماتا ہے کہ تم یہ جانتے ہو کہ میرے سوا کوئی نہیں ہے ربّ، پیدا بھی میں کیا ہے میں نے، رزق بھی میں دیتا ہوں، اولاد بھی میں دیتا ہوں، ابھی جان چکے ہو اب تم یہ بات کہاں سے لے کر آئے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر خالق ہے، یہ عطائی طور پر خالق ہے۔ یہ محکم آیات ہیں، ان کو چھوڑ دیں اور آپ کی بات سن لیں۔ جی ہمارے پاس دلیل ہے، سورۃ مریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل π کے بارے میں کہ جبرئیل π نے یہ کہا:

﴿لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا﴾ (مریم/19)

مریم] کو یہ کہا کہ:

(میں آیا ہوں تمہیں بیٹا دینے کے لیے)

توجب جبرئیل بیٹا دے سکتا ہے تو محمد ﷺ جو بہتر ہیں جبرئیل سے وہ بیٹا کیوں نہیں دے سکتے؟ تو جبرئیل بھی بیٹا دے سکتے ہیں، محمد ﷺ بھی بیٹا دے سکتے ہیں۔ کیسے دے سکتے ہیں؟ عطائی، اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔ اللہ کے بندے آیت پوری کیوں نہیں پڑھتے ہو؟ آیت پوری پڑھو، انصاف کرو ﴿اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا﴾ ﴿اِنَّمَآ﴾ (صرف اور صرف میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا رسول ہوں

)رسول کسے کہتے ہیں؟ پیغمبر کو۔اور پیغمبر کیا لے کر آتا؟ پیغام۔ جبرئیل π کیا پیغام لے کر آئے تھے مریم] کے لیے؟ ﴿کُنۡ﴾ کا لفظ لے کر آئے تھے ''کلمۃ من اللّٰہ'' یہ لے کر آئے تھے اور پھونک ماری اور وہ کلمہ دے دیا۔ اپنی طرف سے کیا کیا؟ ﴿لِاَهَبَ لَكِ﴾ یعنی میں اپنی طرف سے لے کر آیا ہوں۔ کیا لے کر آیا ہوں؟ ﴿اِنَّمَآ اَنَا رَسُوۡلُ﴾ پہلے تو پڑھیں، وہ کلمہ وہ لفظ لے کر آیا ہوں جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ﴿کُنۡ فَیَکُوۡنُ﴾ وہ ہو گیا، میں تو وہ لے کر آیا ہوں لیکن سمجھنے والوں نے یہ سمجھا کہ نہیں، یہ بیٹا یعنی عیسیٰ π کو پیدا کرنے والا جبرئیل π ہیں، انہوں نے پیدا کیا ہے۔ کیسے پیدا کیا؟ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ طاقت عطا کی، سبحان اللہ!

اللہ تعالیٰ بار بار یہ جتنی بھی آیات میں نے پڑھی ہیں یہاں پر ربوبیت کی تاکید کر رہے ہیں، ربّ العالمین، ربّ العالمین، ربّ العالمین۔ یہاں پر ﴿فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰهِ اَنۡدَادًا وَّاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾ کیوں myth بناتے ہو؟ کیوں یہ کہتے ہو کہ فلان بھی خالق ہے، فلان بھی خالق ہے؟ اور تم جانتے بھی ہو کہ خالق صرف ایک ہے۔ یہاں پر یہ عطائی کے لفظ کی نفی ہو رہی ہے۔ اور پھر مجھے یہ بتائیں کہ یہ عطائی کا لفظ جو آپ لے کر آئے ہیں، کسی صحابی سے سنا آپ لوگوں نے؟ سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب ω یہ آیتیں پڑھتے تھے ان سے کبھی کسی نے سنا، کسی حدیث یا کسی روایت میں آیا ہے کہ وہ بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ ہاں ہم مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر خالق ہے اور محمد ﷺ عطائی طور پر خالق ہیں

اس لیے ہم کہتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ ہمیں بیٹا دیجئے۔ صحاح ستہ موجود ہے دیکھ لیں، قرآن کی تفسیر موجود ہے دیکھ لیں، کہیں دکھائیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق τ نے کہا ہو کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے بیٹا عطا فرمائیں۔ جب رسول اللہ ﷺ سے ان کے پیارے صحابہ نے جو اولیاؤں کے سردار ہیں انہوں نے یہ سوال نہیں کیا، انہوں نے یہ نہیں کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اولاد دیجئے تو آج کے دور میں یہ جتنے بھی پیر ہیں ان کے مزار میں جائیں، یہ بیٹا دیتا ہے، وہ فلانہ بزرگ ہے وہ پیٹ کے درد کے لیے زبردست ہے آپ وہاں پر جائیں پیٹ کا درد ٹھیک ہو جائے گا، فلان بزرگ ہے اگر آپ کو فلان بیماری ہے تو وہ ٹھیک کرتا ہے۔ یہ ڈاکٹر بنے ہوئے ہیں، یہ specialist بنے ہوئے ہیں، یہ کیا بنے ہوئے ہیں؟ اللہ کے بندے، اللہ تعالیٰ واضح الفاظ میں بیان کر رہا ہے کہ یہ طاقت خلق کی یہ میرا حق ہے میں نے کسی کو دیا نہیں ہے، یہ میرا حق ہے۔ اگر عیسیٰ π نے پرندے کو بنایا مٹی سے اور پھونک ماری تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا، اللہ تعالیٰ اس لیے بار بار اس آیت میں آیت سے پہلے اور بعد میں دیکھیں اللہ تعالیٰ ربوبیت کی پھر تاکید کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ اگر عیسیٰ π پھونک ماریں تو عیسیٰ π ہی خالق ہیں، ہرگز نہیں خالق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے کسی کا گمان اس طرف نہ جائے کہ خالق عیسیٰ π بھی ہیں یا خالق جبرئیل π بھی ہیں۔ ہرگز نہیں، خالق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ آیات اگر آپ کو اس میں سے گمان بھی ہوتا ہے کہ اس میں کہ کوئی خالق ہو سکتا ہے تو واپس کرو جو محکم آیات ہیں ان کی طرف۔ سورۃ آل عمران، آیت نمبر 7 میں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میں نے کتاب نازل فرمائی نبی ﷺ پر جس میں دو قسم کی آیات ہیں، محکم آیات بھی ہیں، متشابہ بھی ہیں۔ محکم آیات وہ ہیں جو بنیادی آیات ہیں جس میں واضح الفاظ، واضح

طریقے سے باتیں بیان کی گئی ہیں اور متشابہ آیات وہ ہیں جن میں آپ کو گمان ہو سکتا ہے کہ اس کا مفہوم دوسرا بھی ہو سکتا ہے۔ یہ عطائی، ذاتی کا مسئلہ تو نہیں ہو سکتا اگر آپ کو یہ گمان ہے کہ ﴿لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا﴾ یا عیسیٰ π پرندے بناتے تھے مٹی سے اور پھونک مارتے تھے یہاں پر آپ کو یہ گمان ہو رہا ہے کہ یہ بھی خالق ہو سکتے ہیں تو واپس کروان آیات کی طرف جو محکم آیات ہیں۔ محکم آیت کون سی ہے؟ ﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ یہ محکم آیات میں سے ہے، واپس کروان آیات کی طرف واپس کرو اور یہ جو تعارض تمہیں نظر آتا ہے یہ زائل ہو جائے گا اور دور ہو جائے گا۔

"قال ابن کثیر α" ابن کثیر α فرماتے ہیں "الخالق لهذه الأشياء هو المستحق للعبادة" جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا زمین ہے آسمان ہے، چاند ہے سورج ہے، دن ہے، رات ہے جو آیتیں ہم نے بیان کی ہیں جو اپنے ربّ کی عظمت کی نشان دہی کرتی ہیں، یہ نہیں کہ صرف ربّ موجود ہے بلکہ ربّ موجود بھی ہے، وہ عظیم بھی ہے، وہ حکیم بھی ہے، وہ خالق بھی ہے، وہ رازق بھی ہے، وہ مشکل کشا بھی ہے، وہ حاجت روا بھی ہے اور تدبیر کرنے والا بھی ہے۔ یہ آیتیں اس چیز کی نشان دہی کرتی ہیں۔ اب سورج دیکھیں اپنے وقت پر ہی نکلتا ہے اپنے وقت پر ڈوبتا ہے۔ کبھی دیر ہوئی؟ ایک سیکنڈ بھی دیر ہوئی کبھی؟ سبحان اللہ! یہ دقت نظام، یہ کون چلا رہا ہے؟ یہ کس کے ہاتھ میں ہے؟ کیا سورج اپنی مرضی سے آتا جاتا ہے؟ یہ بے عقل سورج اپنی مرضی سے آتا جاتا تو پھر یہ زندگی درہم برہم ہو جاتی۔ یہ عقل والا انسان کبھی وقت پر آسکتا ہے؟ اس کی عقل بھی ہے اس

انسان کی۔ وقت کی پابندی انسان کر سکتا ہے ؟ یہ عقل والا انسان نہیں سکتا تو یہ بے عقل مخلوق کیسے کر سکتی ہے ؟ تو اللہ تعالیٰ نے اپنا ذمہ لیا اور حکم دے دیا کہ تم نے مشرق سے نکلنا ہے اور مغرب میں ڈوبنا ہے، یہ تمہارے لیے وقت ہے اور اسے جب سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا سورج اس کام کو اسی طریقے سے انجام دے رہا ہے آج تک اور تا قیامت۔ اسی طریقے سے چاند ہے ، دن ہے ، رات ہے جتنی بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات ہیں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں سر خم کر چکی ہیں۔ اور جو ابن کثیر α فرماتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے دقت نظام کے ساتھ وہ ''هو المستحق للعبادة'' وہی ایک ذات ہے جو عبادت کی مستحق ہے۔ اگر تم کہتے ہو کہ جبرئیل π بیٹا دے سکتے ہیں تو محمد ﷺ اور غوث بھی بیٹا دے سکتا ہے تو کیا اس زمین اور آسمان اور چاند اور سورج کو انہوں نے پیدا کیا؟ یہ بتائیں جبرئیل π نے پیدا کیا؟ تمہیں غوث عطا فرماتا ہے ؟ کون عطا فرماتا ہے ؟ دن اور رات کون پیدا کرتا ہے ؟ دن اور رات کو دیکھیں آپ، اللہ تعالیٰ کی حکمت دیکھیں کہ کس طریقے سے دن کو بنایا اور رات کو بنایا۔ دن کو ''معاشا'' اور رات کو ''سباتا'' آرام کے لیے رات ہے اور دن کے لیے کام کرتے رہو ، محنت کرتے رہو ، تھوڑا سا فرق بھی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر یہ سورج ایک انچ قریب ہو جائے تو یہ زمین کوئلہ ہو جائے، ایک انچ دور ہو جائے تو زمین برف کا گولہ بن جائے۔ کس نے حکم دیا ہے سورج کو کہ تم نے یہاں پر ٹک کر رہنا ہے ؟ اور اللہ کی قسم کہیں سے بندھا ہوا بھی نہیں ہے سورج۔ جانتے ہیں آپ ؟ کسی چیز نے سورج کو پکڑا ہوا ہے ؟ اپنی جگہ پر ہے اور سورج حرکت بھی کرتا ہے اور اپنی جگہ پر ہے، ہل بھی رہا ہے، اس کو جرأت نہیں کہ وہ ایک انچ بھی آگے آ جائے یا ایک انچ بھی پیچھے ہو جائے، اللہ کا حکم ہے وہ ادھر ہی کھڑا ہے۔ تو جس

نے پوری کائنات کا نظام اپنے ہاتھ میں لیا ہے وہی عبادت کا مستحق ہے اگر پوری کائنات کا نظام جبرئیل π کے ہاتھ میں ہے تو جا کر عبادت کرو جبرئیل کی، کس نے منع کیا ہے اگر پوری کائنات کا نظام محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہے تو جا کر محمد ﷺ کی عبادت کرو کس نے منع کیا ہے، اگر پوری کائنات کا نظام غوث نے سنبھالا ہوا ہے تو جا کر غوث کی عبادت کرو لیکن جب یہ علم ہوا کہ ساری کائنات کا نظام صرف اور صرف ایک ذات کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ تو عبادت کا مستحق بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے، یہ سر جب جھکے گا تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے گا، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اسی طریقے سے دعا، پکار، نذر و نیاز، قربانی یہ ساری کی ساری عبادات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، وہی مستحق ہے عبادت کا اس کے سوا کوئی ذات نہیں ہے۔ کیوں؟ کیوں کہ کوئی دوسری ذات ہے ہی نہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو اس کائنات کی تدبیر کرے لیکن ظالموں نے اس کا جواب بھی دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ کائنات بغیر اولیاؤں کے چل نہیں سکتی، یہ قطب الاقطاب ہے یہ اوتاد ہے، یہ فلان ہے۔

میرے شیخ جاتے ہیں افریقہ کی طرف دعوت تبلیغ کے لیے، توحید کی دعوت کے لیے جنگلوں میں۔ وہ کہتے ہیں کہ افریقہ میں ایسے جنگل بھی ہیں جہاں پر یہ اصول ثلاثۃ اور کتاب التوحید پڑھی جارہی ہے۔ وہاں پر توحید کا علم ماشاءاللہ سے پھیل گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک جگہ پر، ایک گاؤں میں، میں گیا وہاں پر جب میں نے بات کی توحید کی اور درس دیا تو ایک شخص اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس شخص نے دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے ۔اس کی عمر پچاس سال کے قریب ہو گی۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ اس آسمان کو اولیاؤں نے ہاتھ پر اٹھا لیا ہے اگر یہ اولیاء نہ ہوتے تو یہ آسمان زمین پر گر جاتا۔ واللہ، وہ کہتے ہیں کہ اس

شخص نے مجھے یہ کہا، اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور مجھ آ کر گلے سے لگایا اور مجھے کہا کہ میں نے پہلی دفعہ زندگی میں یہ بات سنی کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے جو اس پوری کائنات کی تدبیر کرتا ہے، اس کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے اور عبادت کا بھی وہی حق دار ہے کوئی اور حق دار نہیں ہے۔ ہم تو یہ سمجھتے تھے آج تک، بچوں کو بھی یہ ہی تعلیم دیتے ہیں کہ یہ جو اولیاء ہیں انہوں نے اس زمین کو اور آسمان کو پکڑا ہوا ہے اگر آج یہ اولیاء نہ ہوں تو یہ زمین اور آسمان ایک ہو جاتے۔

تو جو ذات تدبیر کرتی ہے پوری کائنات کا نظام چلاتی ہے وہی عبادت کی مستحق ہے اس کے علاوہ کوئی دوسری ذات مستحق نہیں ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں "وأنواع العبادة التي أمر الله بها" کیوں کہ اب بات ہوئی، ترتیب دیکھیں، تمہارا ربّ کون ہے؟ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے اور اس کی نشانی کیا ہے؟ کیسے جانتے ہو اپنے ربّ کو؟ اور اس کو جب تم نے پہچان لیا کہ تمہارا ربّ ہے اب عبادت بھی اس ربّ کی کرو کسی اور کی نہ کرو اور جب تم عبادت بھی اس ربّ کی کرو گے تو جان لو کہ عبادت ہے کیا۔

ترتیب دیکھی ہے اور یہ مثالیں جو میں نے پہلے بیان کی ہیں یہ بچے کو پرائمری کلاس میں پڑھایا جاتا ہے، پہلی کلاس، دوسری، تیسری، یہ رسالہ پڑھایا جاتا ہے اور اتنی آسان language میں بیان کیا گیا ہے کہ جو داڑھی والے پڑھ رہے ہیں اس رسالے کو یہ چھوٹے چھ، سات سال کے بچے پڑھتے ہیں یہ، اس ملک میں توحید بچوں کو اس طریقے سے بیان کی جاتی ہے۔ تو شیخ صاحب نے جب یہ بیان کر دیا کہ عبادت کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے، اب عبادت کیا ہے؟ شیخ صاحب نے عبادت کی تعریف نہیں کی آپ یہ جان لیں کہ

عبادت کی تعریف لغت میں "تذلل" ہے کسی کے سامنے ذلت اور انکساری ظاہر کرنااور اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے کے لیے ذلت اور انکساری کے ساتھ محبت، تعظیم، امید اور ڈر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرماں برداری کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اجتناب کرتے ہوئے۔ یہ عبادت کی تعریف ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ: نے جو بیان کیا ہے وہ ہے "لکل ما یحبه الله ویرضاه " (ہر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور اس پر راضی ہوتا ہے) "من الأقوال والأفعال " (چاہے وہ قول ہو یا فعل ہو) "الظاهرة والباطنة " (چاہے وہ ظاہر ہو یا باطن ہو)۔

ظاہری قول، اللہ تعالیٰ کی تسبیح دعااور باطن "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کی دل سے تصدیق کرنا، محبت ہے، ڈر ہے خوف ہے، یہ سب عبادات ہیں جو دل کی عبادات ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ، ظاہر کی عبادات ہیں۔ نیت کرنا، ارادہ کرنا، اخلاص وغیرہ یہ ساری باطن کی عبادات ہیں۔ یہ ساری کی ساری چیزیں جس پر اللہ تعالیٰ راضی بھی ہوتا ہے اور پسند بھی کرتا ہے اسے کہتے ہیں عبادت۔ جس پر اللہ تعالیٰ راضی نہیں وہ عبادت نہیں ہو سکتی، یاد رکھیں۔ اور عبادت کے ارکان کتنے ہیں؟ پہلے بیان کیا تھا، کتنے رکن ہیں؟ تین۔ کون سے ہیں؟ محبت ڈر اور امید، جزاک اللہ خیراً۔ یہ تین ارکان ہیں اور اس کے بغیر عبادت ہوتی ہی نہیں۔ اگر کوئی شخص عبادت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں کرتا تو وہ عبادت نہیں ہے، عبادت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر نہیں ہے تو وہ عبادت نہیں۔ عبادت کرتا ہے اور امید نہیں تو پھر بھی عبادت نہیں۔ تو ان تین چیزوں کا مجموعہ یہ ارکان العبادۃ ہیں۔

عبادت کی شرطیں کتنی ہیں؟ دو۔ کون سی؟ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اور نبی کریم ﷺ کی اتباع۔ یہ دو شرطیں ہیں عبادت کی۔ اب عبادت کی قسمیں کتنی ہیں؟ شیخ صاحب نے یہ بیان کی ہیں:

"وأنواع العبادة" (اور عبادت کی قسمیں) "التي أمر الله بها" (جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا) یہاں پر ایک اور بھی فائدہ ہو گیا کہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ حکم دے اسے کہتے ہیں عبادت۔ یعنی عبادت کا کیسے پتہ چلے گا کہ یہ عمل عبادت ہے کہ نہیں قرآن مجید میں، صحیح حدیث میں؟ اللہ تعالیٰ حکم دے وہ عبادت ہے، اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اس پر راضی وہ عبادت ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اجر وثواب بیان کرے وہ عبادت ہے، اللہ تعالیٰ اس عمل کو جو اس شخص نے کیا اس کی تعریف بیان کرے یا اس شخص کی تعریف کرے یہ بھی عبادت ہے جیسے ﴿ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ﴾ (الانسان/7) (اپنی نذر کو، اپنی منت کو پورا کرتے ہیں) تو یہاں پر اللہ تعالیٰ نے مدح کے صیغے میں بیان کیا ہے کہ وہ اچھا کام کرتے ہیں کہ نذر کو پورا کرتے ہیں، مدح کیا یعنی نذر عبادت ہے۔ تو یہ چار چیزیں ہیں جن سے عبادت پرکھی جاتی ہے یعنی یہ عمل عبادت ہے کہ نہیں، اس میں سے ایک شیخ صاحب نے بیان کیا "التي أمر الله بها" (جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا) "مثل" (اس کی مثال) "الإسلام والإيمان والإحسان" (اسلام، ایمان اور احسان) یہاں پر شیخ صاحب نے لفظ عبادت کا استعمال کیا کیوں کہ اسلام بغیر عبادت کے کچھ نہیں، ایمان بغیر عبادت کے ہو نہیں سکتا اور احسان بغیر عبادت کے ہو ہی نہیں سکتا۔ ان تینوں چیزوں کا جو اصل لُب اور

بنیاد ہے وہ ہے عبادت یعنی اسلام بھی، ایمان بھی، احسان بھی عبادت پر قائم ہے اگر عبادت نہیں ہے تو نہ اسلام کا کوئی فائدہ ہے نہ ایمان کا اور نہ احسان کا اور یہ تین مرتبے ہیں، سب سے پہلا مرتبہ ہے اسلام کا، اس سے اوپر ایمان ہے پھر احسان ہے اور اسلام یعنی ظاہری عمل، ایمان باطنی اعمال اور احسان ایک بلند درجہ ہے جب انسان اپنا ظاہر اور باطن دونوں درست کرلیتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی احسان اور اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے ساتھ بھی احسان یعنی عبادت اس طریقے سے وہ کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، قدم قدم پر اسے علم ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، ایک ایک حرکت، ایک ایک حرکات اور سکنات میں اللہ تعالیٰ اسے یاد ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے، میں اپنا پاؤں کہاں رکھوں اور کہاں نہ رکھوں، میں کون سا عمل کروں اور کون سا عمل نہ کروں۔ یہ درجہ کب آئے گا؟ جب انسان اپنے ظاہر اور باطن دونوں کو بہترین طریقے سے اللہ تعالیٰ کے حوالے کردے گا اور تفصیل آئے گی ان شاءاللہ اس کی کہ اسلام کیا ہے؟ ایمان کیا ہے؟ اور احسان کیا ہے؟ آگے بیان کریں گے۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ "ومنه" (اور عبادت میں سے) کیا ہے؟ "الدعاء" (دعا و پکار) "والخوف" (ڈر) "والرجاء" (امید) "والتوكل" (توکل کرنا) "والرغبة" (رغبت) "والرهبة" (ڈر) "والخشوع" (خشوع کرنا) "والخشية" یہ بھی ڈر کی ایک قسم ہے۔ "والإنابة" (واپس ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف) "والاستعانة" (مدد طلب کرنا) "والاستعاذة" (پناہ طلب کرنا) "والاستغاثة" (استغاثہ طلب کرنا)۔

استعانہ اور استغاثہ میں کیا فرق ہے ؟ استعانہ طلب کرنا ہے چاہے اچھا وقت ہو یا بُرا وقت ہو آپ مدد طلب کرتے ہیں ، مدد طلب کرنا استعانہ ہے اور استغاثہ ہے کہ مصیبت زدہ جب مدد طلب کرے ، تو مصیبت میں جب مدد طلب کرتے ہیں تو اسے کہتے ہیں استغاثہ۔ اور غوث اس کو کہتے ہیں جو مصیبت زدہ کی مدد کرے اس کی مصیب کو دور کر دے ، اسے غوث کہتے ہیں اور یہ لقب غوث جو ہے وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ، کوئی بھی غوث نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے لیکن کہنے والوں نے اور ظالموں نے عبد القادر جیلانی کو غوث کا لقب دے دیا۔ ''والذبح'' (اور قربانی) بکرا ذبح کرنا بھی عبادت ہے ۔''والنذر''(نذر و نیاز بھی عبادت ہے)''وغير ذلك'' (اور اس کے علاوہ اور بھی عبادات ہیں)''من أنواع العبادة''(عبادات کی قسموں میں سے)''أمر الله بها''(جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے)'' كلها''(ساری کی ساری)''لله تعالى'' (اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں)۔

جتنی بھی عبادات بیان کی ہیں یہ ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں:

''وأنواعُ العبادةِ التي أَمَرَ اللهُ بها: مثلُ الإسلامِ، والإيمانِ، والإحسانِ؛ (یہ عبادات نہیں اصل میں عبادات ان کی بنیاد ہیں) **ومنهُ** (اور عبادات میں سے) **الدعاءُ، والخوفُ، والرجاءُ، والتوكلُ، والرغبةُ، والرهبةُ، والخشوعُ، والخَشيةُ، والإنابةُ، والاستعانةُ، والاستعاذةُ، والاستغاثةُ، والذَّبْحُ، والنذرُ، وغيرُ ذلك من أنواع العبادةِ التي أَمرَ اللهُ بها كلُّها لله تعالى''**

شیخ صاحب فرماتے ہیں،وَ الدَّلِیلُ، قَوْلُهُ تَعَالَی،اس کی دلیل کیا ہے کہ عبادات ساری کی ساری کی اللہ کے لیے ہیں؟وَ الدَّلِیلُ، قَوْلُهُ تَعَالَی:

﴿ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن/18)

(بے شک مسجدیں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو﴿ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارنا)

﴿ تَدْعُوْا﴾ کا لفظ پکارنا ہے عام طور پر دعا، پکارنا لیکن یہاں پر﴿ تَدْعُوْا﴾ کے لفظ کا مطلب ہے عبادت۔ پچھلے درس میں اصول میں اور بنیادی باتوں میں ایک بات یہ میں نے بیان کی تھی کہ جب دعا کا لفظ الگ سے آجائے بغیر قید کے تو اس کا مطلب ہوتا ہے عبادت ﴿ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ یعنی"فلا تعبدوا مع الله أحداً "یہ قاعدہ ہے۔دعا کا لفظ بغیر قید کے آجائے یعنی کوئی دعا ہے سجدے کی دعا ہے یا نماز میں کوئی دعا ہے یا ویسے کوئی دعا ہے یا جنازہ کی دعا ہے یہاں پر قید لگائی ہے کہ کون سی دعا ہے اگر لفظ صرف دعا کا ہو بغیر قید لگائے کون سی دعا اس کا مطلب ہوتا ہے عبادت جیسے اس آیت میں ﴿ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾(پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرنا)یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو عبادت میں شریک نہ ٹھہرانا۔اور اس کی اسی آیت میں دوسری دلیل کوئی نظر آتی ہے ؟ذرا آیت پر غور کریں﴿ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾اس آیت کے ظاہر میں کوئی اور دلیل

ہے کہ دعا کا مطلب عبادت ہے کوئی معروف دعا نہیں، پکار نہیں؟ جزاک اللہ خیر۔ کیا مسجد میں صرف دعا کی جاتی ہے؟ مساجد میں کیا ہوتا ہے؟ عبادت ہوتی ہے، نماز ہے، دعا ہے، پکار ہے، قرآن مجید کی تلاوت ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ عبادات ہیں کہ نہیں؟ مختلف عبادات ہیں، یہاں پر اللہ تعالیٰ نے صرف لفظ استعمال کیا ہے دعا کا ﴿ فَلَا تَدۡعُوۡا ﴾ اس کا مطلب ہے کہ دعا تو نہ کریں لیکن کسی اور کے لیے کوئی اور عبادت کر سکتے ہیں، یہ مطلب ہر گز نہیں ہے تو اس کا مفہوم لازماً یہ ہی آتا ہے ﴿ فَلَا تَدۡعُوۡا ﴾ یعنی ''فلا تعبدوا مع الله أحداً'' یہ مساجد میں صرف دعا نہیں کی جاتی بلکہ دیگر عبادات بھی کی جاتی ہیں ''فمن صرف منها شيئا لغير الله'' (پس جس نے بھی ان عبادات میں سے صرف کیا) یعنی یہ عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے بھی کیں اور کسی اور کے لیے بھی ''شيئا'' (کوئی بھی ان میں سے) ''لغير الله'' (اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے) ''فهو مشرك كافر'' (وہ مشرک اور کافر ہے)۔

مشرک اور کافر میں فرق بتائیں درس ختم کرتے ہیں۔ کیا فرق ہے مشرک اور کافر میں؟ شرک جس نے شریک کیا اور کافر جس نے انکار کیا۔ مزید وضاحت؟ مشرک اور کافر میں ایک بنیادی فرق ہے واضح فرق ہے، اگر میں یہ کہوں کہ کافر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو جھٹلاتا ہے جیسے آپ نے کہا اور مشرک وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو جھٹلاتا نہیں مانتا ہے۔ کافر وہ ہے جو شروع سے ہی جھٹلاتا ہے مانتا ہی نہیں ہے اور مشرک ماننے کے بعد ایسا عمل کرتا ہے جس میں وہ کافر ہو جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو جو مانتا ہے پھر کسی ذات کو، کسی کو اللہ تعالیٰ کا حق دیتا ہے وہ

مشرک ہے اور کافر وہ ہے جو شروع سے ہی نہیں مانتا۔ تو یاد رکھیں کہ مشرک مانتا ہے پھر شرک کرتا ہے اور کافر شروع سے ہی کافر ہے وہ مانتا ہی نہیں ہے۔ بات سمجھ آئی؟

دوسری بات کہ ''ہر مشرک کافر ہے لیکن ہر کافر مشرک نہیں ہے'' اس کی وضاحت کر سکتے ہیں؟ (ہر مشرک کافر ہے لیکن ہر کافر مشرک نہیں) یہ پہیلی ہے پہیلی۔ میری یہ بات صحیح ہے یا غلط ہے پہلے یہ تو بتائیں کہ یہ بات صحیح ہے کہ نہیں کہ ہر مشرک کافر ہے لیکن ہر کافر مشرک نہیں ہے۔ صحیح بات ہے جزاک اللہ خیراً۔ کیوں صحیح ہے ؟ شروع سے کہ ہر مشرک تو کافر ہے، یہ تو مان لیا ناں جس نے شرک کیا اس نے کفر کیا وہ کافر ہے، ٹھیک ہے ۔ کیا ہر کافر مشرک ہے؟ صحیح بات ہے ایک مثال دیتے ہیں پھر بات ختم۔ ابلیس نے کیا کیا؟ جو ہے کافر مشرک کیسے ہے لیکن جس نے شرک کیا اس نے کفر کیا اور ہر کافر مشرک نہیں یعنی میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ہر مشرک کافر ہے۔ یہ سمجھ آ گئی بات؟ لیکن ہر کافر مشرک نہیں ہے، شرک نہیں کیا، اس کی مثال دیکھیں۔ ابلیس نے کیا کیا؟ اس نے شرک کیا؟ ابلیس کے کفر کی وجہ کیا ہے؟ نافرمانی اور انکار ہے۔ لیکن کیا اس نے شرک کیا؟ شرک نہیں کیا، کافر ہے۔ فرعون نے؟ کافر ہے، شرک نہیں کیا۔ عیسائیوں نے کیا کیا ؟ انہوں نے شرک کیا۔ شرک کی وجہ سے وہ کافر ہیں کہ نہیں؟ اچھا، جو شخص یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ π اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وہ کافر ہے یا مشرک ہے؟ اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا شرک نہیں کفر ہے۔ بات سمجھ آئی؟ کفر ہے، اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا کفر ہے اور عیسیٰ π کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، کہ عیسیٰ π مشکل کشا ہے، یہ شرک ہے اور کفر بھی ہے لیکن عیسیٰ π اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، یہ کفر ہے لیکن شرک نہیں ہے یہ۔ تو دونوں چیزیں ہیں عیسائیوں میں، شرک بھی ہے اور کفر بھی ہے اس لیے میں نے یہ کہا کہ ہر کافر مشرک نہیں۔ کافر مشرک

ہو سکتا ہے اور کافر مشرک نہیں بھی ہو سکتا۔اب عیسائیوں نے جب انکار کیا اللہ تعالیٰ کا کہ عیسیٰ π اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، صرف اس وجہ سے کیا ہوئے ؟ کافر ہوئے اور جب عیسیٰ π کو مشکل کشا بنا دیا تو شرک بھی کیا تو وہ مشرک بھی ہیں اور کافر بھی ہیں اور ہر مشرک کافر ہے ، یاد رکھیں۔کوئی شخص یہ نہ کہے کہ نہیں جس نے شرک کیا وہ کافر نہیں ہے، ہر مشرک کافر ہے لیکن ہر کافر مشرک نہیں ہے۔بات سمجھ آئی ؟ سمجھ آئی بات ؟